بنت فخر موجودات، سیدۂ کائنات، ام الائمۃ والسادات، مدارِ فلاح ونجات، شبیہ مصطفیٰ
سردار خواتین جہاں وجناں، ملکۂ روز جزا، شریک زمرہ اہل کساء حضرت فاطمہ زہراء
رضی اللہ عنہا کے مطالبہ فدک پر آپ کو پہلے خطاء پر، پھر اجتہادی خطاء پر اور پھر اس
بدعت سیۂ کو عقیدۂ اہل سنت کہہ کر اس پر ڈٹ جانے والے اہل خطاء کا ردّ بلیغ

خطاء اجتہادی اور عقیدۂ اہل سنت

از

علامہ پروفیسر عون محمد سعیدی مصطفوی

پیش کش

جامعہ نظام مصطفیٰ، نزد طبیہ کالج اندرون ملتانی گیٹ، بہاول پور

خطا شعار! خطاؤں کو ان سے کیا نسبت
تمہاری سوچ سے برتر ہیں زہراء و صدیق
مرا عقیدہ کہ محفوظ ہیں خطاء سے دونوں
خدا گواہ کہ معصوم نہیں زہراء و صدیق
(رضی اللہ عنہما)

اجمالی فہرست

الاھداء

میں محرم الحرام کے مقدس مہینے میں دفاع سیدہؑ کائنات کے حوالے سے پایۂ تکمیل کو پہنچنے والی اپنی اس ادنیٰ کاوش کو حضرات حسنین کریمین، حضرت مولائے کائنات اور حضرت سیدہؑ کائنات رضی اللہ عنہم کے توسط سے وجہ تخلیق کائنات حضرت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی بارگاہِ بے کس پناہ میں نہایت عاجزانہ ومؤدبانہ طور پر پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

حضرت سیدہؑ کائنات دنیا کی وہ واحد ہستی ہیں.....

جن کے بابا سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ تمام نبیوں کے سردار

جن کے شوہر حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سارے ولیوں کے سردار

جن کے شہزادے امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما جنتی جوانوں کے سردار

اور وہ خود ساری جنتی عورتوں کی سردار

پس ہم کہہ سکتے ہیں کہ پنج تن کا گھرانہ دنیا وآخرت کا سردار گھرانہ ہے۔

اگر اس عظیم گھرانے کی عظیم چوکھٹ سے خیرات کے چند ٹکڑے اس عصیاں شعار سوالی کی جھولی میں ڈال دیے جائیں تو دنیا و آخرت اس کی قسمت پہ رشک کناں ہو جائیں۔

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا!!!

ادنیٰ گدائے کوچۂ اہل بیت

عون محمد سعیدی مصطفوی

الانتساب

میں اپنی اس ادنیٰ کاوش کو.....

اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، مجدد ملت، امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات پاک سے منسوب کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں جنہوں نے ساری زندگی عقائد اسلام اور عقائد اہل سنت کا دفاع فرمایا۔

جنہوں نے رافضیت کے ساتھ ساتھ ناصبیت کا بھی خوب خوب رد فرمایا۔

جنہوں نے اپنی کتب اور کلام میں اہل بیت سے سچی عقیدت ومحبت اور ان کی ناموس کی پاسبانی کا حق ادا کردیا، آج کوئی بھی محبّ اہل بیت اپنی حبِ اہل بیت کے اظہار میں آپ سے مستغنی نہیں رہ سکتا۔

جنہوں نے بلا مبالغہ ہزاروں صفحات لکھے اور دین ومسلک کے کثیر کثیر موضوعات کا احاطہ کیا لیکن آپ نے کسی ایک جگہ بھی حضرت سیدۂ کائنات رضی اللہ عنہا کے مطالبۂ فدک کو اشارتاً بھی خطاء یا اجتہادی خطاء نہیں کہا۔

یہ کیسے ممکن تھا کہ اسلاف سے مطالبۂ فدک کو سیدۂ کائنات کی خطاء یا اجتہادی خطاء کہنا متواتر ومتوارث چلا آرہا ہوتا اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اس سے صرفِ نظر کر جاتے۔

اگر آج اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ ظاہری حیات کے ساتھ زندہ ہوتے اور اہل سنت کے پلیٹ فارم سے ہی سیدۂ کائنات کی ذات قدسی صفات پر الزام خطاء کا فتنہ ملاحظہ فرماتے تو نہ جانے آپ کو کتنی اذیت ہوتی۔ یقیناً آپ اپنے برق بار قلم سے اس فتنے کی جڑیں اکھیڑ کے رکھ دیتے۔

اے امام قوم! امت کے نگہباں! زندہ باد۔ زندہ باد اے مفتی احمد رضا خاں! زندہ باد

پیش لفظ

اعتقادیات کے حوالے سے مفصل تحریریں لکھنا یا مناظرے وغیرہ کرنا ہمارے مزاج کا حصہ نہیں ہے۔لیکن اس وقت اہل سنت کے مابین خطاء اجتہادی کا موضوع ایک سلگتا ہوا مسئلہ بن چکا ہے۔بعض اہل خطاء نے جب حضرت سیدہؑ کائنات رضی اللہ عنہا کو خطاء پر کہنے کی بدعت سیئہ کا آغاز کیا تو اُس پر خاموش رہنا ہمارے ضمیر وایمان نے بالکل گوارا نہ کیا۔

ہم تو مشک وعنبر سے دھلی ہوئی طیب وطاہر زبان کو بھی حضرت سیدہؑ کائنات کا نام مبارک تک لینے کے قابل نہیں سمجھتے ، پتہ نہیں ان اہل خطاء کی کیسے ہمت ہوگئی کہ وہ انہیں خطاء پہ کہہ کر بھی نادم نظر نہیں آتے۔

یاد رہے کہ ہم نے یہ تحریر نہ تو کسی چیلنج کے طور پر لکھی ہے اور نہ ہی اس سے ہمارا مقصود کوئی بحث ومناظرہ ہے۔مقصد صرف یہ ہے کہ ایک تو وہ حضرات جو دھوکے میں ہیں یا تذبذب میں ہیں انہیں اس سے راہنمائی حاصل ہو، دوسرا یہ کہ آنے والی نسلوں کے لیے اس بدعت سیئہ کا سد باب کیا جائے اور جیسے ہم تک بے خطاء سیدہ کا تعارف پہنچا ہے آنے والی نسلوں تک بھی وہی پہنچے۔۔اب جس نے ماننا ہے اس کے لیے تو یہ مختصر تحریر بھی کافی ہے اور جس نے نہیں ماننا اس کے لیے پانچ پانچ سو جلدیں بھی ناکافی ہیں۔

آپ دیکھیں گے کہ ہم نے اپنی تحریر میں کسی ایک جگہ بھی گالی گلوچ سے کام نہیں لیا۔ہاں !اہل خطاء کا لفظ ضرور لکھا۔۔ایک تو اس لیے کہ اگر یہ اچھا لفظ ہے تو اہل خطاء کو اس کا برا نہیں منانا چاہیے اور اگر برا ہے تو پھر سیدہؑ کائنات کے لیے برا کیوں نہیں ہے؟۔دوسرا اس لیے کہ جو جس بدعت کا آغاز کرتا ہے وہ اسی نام سے پہچانا جاتا ہے۔تیسرا اس لیے کہ خطاء پر کہلانے کے قابل اہل خطاء ہیں نہ کہ سیدہؑ کائنات۔

ہمارے نزدیک سیدۂ کائنات کو خطاء (اجتہادی ہو یا جو بھی) پر کہنے کے منکَر (خرابی) کے حوالے سے اس وقت اہل سنت کے بنی اسرائیل کی طرح تین گروہ بن چکے ہیں۔ایک وہ جو اسے برا جانتے ہیں اور منع کرتے ہیں۔دوسرے وہ جو اسے درست جانتے ہیں اور ارتکاب کرتے ہیں۔تیسرے وہ جو اس پر خاموش ہیں (خواہ درست جان کر خواہ برا جان کر)۔ان میں صرف پہلا گروہ فلاح پر ہے جبکہ باقی دونوں خسارے پر ہیں۔

نوٹ:

ہمارا یہ مقالہ جب تک لفظ بہ لفظ سمجھ کر نہ پڑھا جائے تب تک معاملے کے جملہ پہلوؤں تک رسائی ممکن نہیں۔ چیدہ چیدہ مقامات سے پڑھنے یا طائرانہ نگاہ ڈالنے سے مقصود حاصل نہ ہو سکے گا اور ذہن میں طرح طرح کے سوالات اور وسوسے جنم لیتے رہیں گے۔لہذا کچھ وقت نکال کر یہ مقالہ لفظ بہ لفظ توجہ سے پڑھیں بلکہ اگر ممکن ہو تو تین بار پڑھیں۔ان شاء اللہ تعالیٰ علم و فکر کا بھی بہترین خزانہ ہاتھ آئے گا اور ہر طرح کے سوالوں اور وسوسوں کی جڑ بھی کٹ جائے گی۔

باقی جہاں تک مناظروں کے شوقین حضرات کی بات ہے تو ان کی ایک بڑی تعداد ایسی ہوتی ہے جس کا مقصد بحث برائے بحث ہوتا ہے، اس لیے ان سے ہم پیشگی معذرت چاہتے ہیں۔وہ ہماری طرف سے اپنے آپ کو فاتح زمانہ قرار دے سکتے ہیں۔

مقالے کی تقسیم:

ہم اپنے اس مقالے ''خطاء اجتہادی اور عقیدۂ اہل سنت'' کو تین فصلوں میں بیان کریں گے۔

فصل اول: مسئلہ خطاء اجتہادی

(۱) متعلقات اجتہاد (۲) متعلقات خطاء اجتہادی (۳) خطاء اجتہادی کا الزام بے ادبی ہے (۴) خطاء اجتہادی کی نسبت: جائز و ناجائز صورتیں (۵) انبیاء کرام کا اجتہاد اور ممانعت

خطاء اجتہادی (۶) صحابہ کرام کا اجتہاد اور ممانعت خطاء اجتہادی

فصل دوم: مسئلہ مبحوث عنہا

(۱) ہمارا واضح موقف (۲) مقدس ہستیوں کے بارے میں لب کشائی کے آداب (۳) مقام سیدۂ کائنات (۴) سیدۂ کائنات پر الزام خطاء کا فتنہ (۵) ردّ مزعومہ خطاء اجتہادی

فصل سوم: تینتیس ممنوعات کا ارتکاب: دعوت توبہ ورجوع

چونکہ یہ مقالہ لکھتے ہوئے ہمارے پیش نظر زیادہ تر عام مسلمان بھائیوں کے لیے مسئلے کی حقیقت کو واضح کرنا تھا، وقت کے دامن میں گنجائش بھی کم تھی اور تحریر کی سلاست و روانی متاثر ہونے کا بھی اندیشہ تھا اس لیے مروج تحقیقی طرز سے ہٹ کر اکثر حوالہ جات کے سلسلے میں صرف مصنف اور کتاب کے تذکرے پر اکتفاء کیا۔ نیز جہاں بہت زیادہ ضرورت محسوس کی وہاں تو عربی عبارات بھی نقل کر دیں لیکن کئی جگہوں پر طوالت سے بچنے کے لیے صرف اردو ترجمے پر ہی اکتفاء کیا۔

اظہار تشکر:

یہاں علامہ پروفیسر مفتی محمد اکبر مصطفوی صاحب کا شکریہ ادا نہ کرنا سخت ناسپاسی ہوگی کہ ہمیشہ کی طرح اس تحریر کا بھی ایک ایک لفظ ان کی معیت اور رفاقت میں لکھا۔ بالخصوص اس تحریر کے دوران انہوں نے اپنی تمام تر ذہنی صلاحیتوں کو صرف کیا۔ حوالہ جات کی گھنٹوں گھنٹوں تلاش، الفاظ اور جملوں کی درستی، نت نئے نکات کی طرف توجہ دلانے اور کمپوزنگ کے جملہ امور کے سلسلے میں بھرپور کردار ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کا بہترین اجر عطاء فرمائے اور دنیا و آخرت میں اہل بیت اطہار کے فیوض و برکات عطاء فرمائے۔

بعض حوالہ جات کی راہنمائی جامع المعقول و المنقول علامہ مفتی چمن زمان صاحب مدظلہ اور بعض دیگر علماء کرام کی تحریروں سے حاصل ہوئی۔۔ علامہ عبدالشکور رضوی اور حضرت سید صبغۃ اللہ سہروردی نے بھی مقالے پہ نظر ثانی کر کے اپنے مفید مشوروں سے نوازا۔ میں ان سب حضرات کا بھی بے حد شکر گزار ہوں۔

فصل اول: مسئلہ خطاء اجتہادی

ہم اس فصل میں درج ذیل عنوانات کے تحت گفتگو کریں گے۔

(۱) متعلقات اجتہاد

(۲) متعلقات خطاء اجتہادی

(۳) خطاء اجتہادی کا الزام بے ادبی ہے

(۴) خطاء اجتہادی کی نسبت: جائز و ناجائز صورتیں

(۵) انبیاء کرام کا اجتہاد اور ممانعت خطاء اجتہادی

(۶) صحابہ کرام کا اجتہاد اور ممانعت خطاء اجتہادی

(۱) متعلقات اجتہاد

خطاء اجتہادی میں چونکہ خطاء کا تعلق اجتہاد سے ہے اس لیے سب سے پہلے اجتہاد کی تعریف کا معلوم ہونا ضروری ہے۔

<u>اجتہاد کی تعریف</u>

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں: **وھو ان یبذل جھدہ فی طلب الظن بحکم شرعی عن ھذہ الادلۃ** (فتح القدیر)۔

اجتہاد یہ ہے کہ مجتہد ادلہ شرعیہ سے حکم شرعی کے غالب گمان کے حصول کے لیے اپنی تمام تر علمی صلاحیت کو بروئے کار لائے۔

<u>چند اہم امور</u>

☆ شرعی مسائل دو قسم کے ہیں: (1) مسائلِ منصوصہ (2) مسائل اجتہادیہ

مسائل منصوصہ وہ ہوتے ہیں جن کے بارے میں قرآن وسنت کی واضح نصوص موجود ہوں۔ مسائل منصوصہ میں کسی بھی مجتہد کو اجتہاد کا اختیار بالکل حاصل نہیں ہے۔ جیسے نماز روزہ حج زکوٰۃ کی فرضیت۔۔ نکاح طلاق عدت مہر کی مشروعیت۔۔ مردار خون اور خنزیر کی حرمت۔ (ایسے مسائل کی تعداد بہت زیادہ نہیں ہے)

مسائل اجتہادیہ وہ نئے پیش آمدہ مسائل ہوتے ہیں جن کے بارے میں قرآن و سنت کی واضح نصوص موجود نہ ہوں۔ مجتہدین فقہی اصولوں کے پابند ہوکر ادلہ شرعیہ میں غور و فکر کر کے ایسے مسائل کا حل نکالتے ہیں۔ جیسے روزے کی حالت میں انجیکشن، خاندانی منصوبہ بندی، اسقاط حمل، ٹیسٹ ٹیوب بے بی، ٹیلی فون پر نکاح، اعضاء کی پیوندکاری، انعامی بانڈز اور بیمہ وغیرہ۔ (ایسے مسائل کی تعداد بہت زیادہ ہے)

☆ اجتہاد درج ذیل میں ہوتا ہے:

(۱) مسائل جدیدہ میں ۔۔(۲) مسائل منصوصہ کی تشریح و تعبیر میں ۔۔(۳) جہاں صحیح نصوص میں کھلا تعارض آ جائے ۔۔(۴) جہاں نصوص میں عمل کا وجوب اچھی طرح واضح نہ ہو۔

☆ ائمہ اربعہ (ابوحنیفہ، شافعی، مالک، احمد بن حنبل علیہم الرحمۃ) نے اجتہاد کے جو بنیادی اصول وضع کر دیے بعد کے مجتہدین کے لیے ان کا پابند ہو کے اجتہاد کرنا ضروری ہے۔ان چاروں سے ہٹ کر اجتہاد کے نئے اصول وضع کرنا ممنوع ہے۔

(۲) متعلقات خطاء اجتہادی

خطاء کی تعریف

الخطاء العدول عن الجهة (المفردات)۔یعنی صحیح جہت سے ہٹ جانا خطاء ہے۔

خطاء اجتہادی کی تعریف

مجتہد کا حکمِ شرعی کے حصول کے لیے ادلہ شرعیہ میں اپنی تمام تر علمی صلاحیت کو صرف کرنا مگر درست نتیجے تک نہ پہنچ سکنا۔

خطاء اجتہادی کی اقسام

قرآن وسنت کی خطاء اجتہادی سے متعلقہ نصوص میں غور وفکر کرنے سے اس کی چار اقسام سامنے آتی ہیں۔

(۱) تعبیری خطاء اجتہادی: جو مقدس ہستیوں کے لیے نصوص میں آئے ہوئے الفاظ عصیان، ظلم، ذنب، فئۃ باغیہ وغیرہ کی تعبیر کے طور پر دفاعاً بولی جائے۔۔اس کا اطلاق جائز ہے، مگر تذکرہ تعلیم و تعلم کی حد تک محدود رکھنا ضروری ہے۔جس ہستی سے یہ بوجوہ وقوع پذیر

ہواس کے لیے مغفرت ہوتی ہے۔ چونکہ یہ نصوص کے سخت الفاظ کی تعبیر کے طور پر ہوتی ہے اس لیے اسے کسی غیر منصوص معاملے کا مقیس علیہ نہیں بنایا جاسکتا۔

(۲) صوری خطاء اجتہادی: جو عمومی معاملات میں اجتہاد کے وقت انبیاء کرام سے سرزد ہونے والے محض صوری عدم التفات کے لیے بولی جائے۔۔ انبیاء کرام سے ان کے اجتہادات میں خطاء کا امکان مختلف فیہ ہے۔ راجح یہی ہے کہ انبیاء کرام سے یہ خطاء واقع نہیں ہوتی۔ اگر ہوتی ہے تو وہ محض صورتاً ہوتی ہے۔

(۳) فقہی خطاء اجتہادی: جو شرعی مسائل کے استنباط میں جانب مخالف کے لیے بولی جائے۔۔ اس کو حتمی طور پر خطاء نہیں کہا جاسکتا کیونکہ صواب کا امکان بھی موجود ہوتا ہے۔ نیز اس میں ہر دو مجتہدین کو اجر وثواب بھی ملتا ہے۔

(۴) بدعی خطاء اجتہادی: جو اپنی طرف سے گھڑ کر حتماً والزاماً کسی کے لیے بولی جائے۔۔ اگر یہ ائمہ ومجتہدین کے لیے بولی جائے تو بُری ہے، اگر یہ عام صحابہ واہل بیت کے لیے بولی جائے تو بے ادبی ہے اور اگر اکابر صحابہ واہل بیت کے لیے بولی جائے تو سخت بے ادبی ہے۔

فقہی خطاء اجتہادی کے متعلق چند اہم امور

☆ چونکہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے خلیفۂ اعظم اور دین اسلام کے عظیم شارع اور شارح ہیں اس لیے آپ نے ایسے لچک دار اجتہادی اصول عطا فرمائے جن کی وجہ سے دین اسلام آج تک قائم ودائم ہے اور قیامت تک قائم ودائم رہے گا۔ ان میں سے ایک اہم اصول یہ ہے کہ اجتہادی معاملات میں فریقین کو بلا نکیر عمل کی گنجائش دی جائے اور کسی کو بھی خطاء پر نہ کہا جائے۔ مثلاً سنن نسائی کے مطابق دو افراد نے تیمّم کر کے نماز پڑھی پھر وقت کے اندر ہی انہیں پانی میسر آ گیا، ان میں سے ایک نے وضو کر کے نماز دہرا لی اور دوسرے نے نہ دہرائی، حضور ﷺ نے دونوں کی نماز کو درست قرار دیا۔ سنن نسائی کے مطابق ہی ایک شخص پہ نہانا واجب ہوا تو پانی نہ ملنے کی وجہ سے اس نے نماز چھوڑ دی، دوسرے شخص پر نہانا واجب

ہوا تو اس نے تیمّم کر کے نماز پڑھ لی۔ حضور ﷺ نے دونوں کے عمل کو درست قرار دیا۔

غزوہ بنو نضیر کے موقع پر صحابہ کرام نے محاصرے کی ضرورت کے تحت بعض مقامات پر کھجور کے درخت کاٹ دیے اور جہاں ضرورت نہیں تھی وہاں باقی رہنے دیے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں درختوں کے کاٹنے اور نہ کاٹنے دونوں کو درست قرار دیا۔

اس طرح کی اور بھی کئی روایات ہیں جن میں حضور ﷺ نے فریقین میں سے کسی کو بھی خطاء پر کہہ کر نکیر نہ فرمائی۔

☆ ایک اصول یہ بھی ہے کہ اجتہادی معاملات میں مجتہد درست نتیجے تک پہنچے یا غلط نتیجے تک، اسے دونوں صورتوں میں اجر ملتا ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: **اذا حکم الحاکم فاجتهد واصاب وله اجران وان اخطأ فله اجر واحد** (بخاری)

جب کوئی حاکم درست اجتہادی فیصلہ کرے تو اس کے لیے دو اجر ہیں اور اگر اس سے اجتہادی فیصلے میں خطاء ہو گئی تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔

یاد رہے کہ مجتہد مصیب کو دو اجر اس لیے ملتے ہیں کہ ایک تو اس نے اجتہاد کیا اور دوسرا درست نتیجے تک پہنچا۔ جبکہ مجتہد مخطی کو ایک اجر اس لیے ملتا ہے کہ دینی مسئلے کے حل کے لیے اپنی توانائی صرف کی۔ البتہ نتیجے میں خطاء ہو جانے کی وجہ سے وہ دوسرے اجر سے محروم ہو گیا۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ اجتہاد کا حق صرف اس شخص کو حاصل ہے جس میں شرائط اجتہاد مکمل ہوں، غیر مجتہد کو اجتہاد کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ اگر غیر مجتہد' مجتہد بن بیٹھے اور نصوص شرعیہ سے اجتہاد کر کر کے لوگوں کو مسائل بتائے ایسی صورت میں اگرچہ اس کے اجتہادات درست بھی ہوں تب بھی اسے ثواب نہیں' گناہ ہوگا۔

☆ کسی اجتہادی مسئلے میں اختلاف کے موقع پر ''حق'' صرف ایک ہی رائے ہوتی ہے یا متعدد آراء بھی ہو سکتی ہیں، اس میں اختلاف ہے۔ بعض علماء کے نزدیک متعدد آراء بھی حق ہو سکتی ہیں، لیکن جمہور کے مطابق حق ان میں سے صرف ایک ہی رائے ہو گی، البتہ

بقیہ کو خطاء پر نہیں کہا جائے گا۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے: **کل مجتہد مصیب والحق عنداللہ تعالیٰ واحد**۔ (کشف الاسرار شرح اصول البزدوی) یعنی دنیا کے لحاظ سے ہر مجتہد کو صواب پر کہا جائے گا نہ کہ خطاء پر، نیز اس کی اجتہادی رائے پر عمل کو بھی صواب قرار دیا جائے گا، اسی لیے کہا جاتا ہے کہ چاروں فقہ برحق ہیں۔

ہاں البتہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان میں سے حق پر کوئی ایک ہی ہوگا، جس کا فیصلہ کرنے کا ہمیں کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ یہ فیصلہ صرف اللہ تعالیٰ ہی قیامت کے دن فرمائے گا، مجتہد مصیب کو دوگنا اور مجتہد مخطی کو ایک گنا ثواب عطا فرمائے گا۔

☆ چاروں اماموں کی فقہوں کے برحق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر ہر امام اپنے اپنے اجتہاد میں مصیب ہے اور اس پر عمل کرنے کا مکلّف ہے۔ وجہ یہ ہے کہ چاروں امام شرائطِ اجتہاد کے جامع تھے، اور انہوں نے مرادِ الٰہی کو پانے کے لیے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کیں۔ پس جس امام کا اجتہاد جس نتیجے تک پہنچا اس کے حق میں وہی حکمِ شرعی ہے، اور وہ من جانب اللہ اسی پر عمل کا مکلّف ہے۔

اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ چاروں ہی امام کیسے درست ہو گئے، درست تو ان میں سے کوئی ایک ہی ہوگا تو اس کی یہ بات جہالت کا پلندہ قرار دے کر ردی کی ٹوکری میں ڈال دی جائے گی۔

☆ صدیوں سے چاروں اماموں کے مقلد علماء کا اس پر اتفاق چلا آ رہا ہے کہ چاروں فقہوں کے برحق ہونے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ جس فقہ کے جس مسئلے پر بندہ مرضی عمل کرلے اسے اس کا اختیار حاصل ہے، بلکہ ہر شخص کے لیے لازم ہے کہ وہ کسی ایک ہی امام کی تقلید کرے۔ ہاں البتہ دوسرے اماموں کے بارے اپنا نظریہ درست رکھے۔ نیز کسی ایک فقہ کے مجتہد علماء کا بھی جو آپس میں اجتہادی اختلاف ہوتا ہے اور ان میں سے بھی کسی ایک رائے پر فتویٰ دیا جاتا ہے تو دوسری آراء کو صراحتاً برغلط و خطاء نہیں کہا جاتا، بلکہ

نظریہ یہ ہوتا ہے:

اذا سئلنا عن مذھبنا و مذھب مخالفنا قلنا وجوبا مذھبنا صواب یحتمل الخطأ و مذھب مخالفنا خطأ یحتمل الصواب ۔(مقدمہ ردالمختار، ابن عابدین شامی)

(جب ہم سے ہمارے اجتہادی مذہب اور دیگر اجتہادی مذاہب کے خطاء و صواب کے بارے میں سوال ہوتا ہے تو ہم لازمی طور پر یوں کہتے ہیں کہ ہمارا اجتہادی مذہب صواب ہے البتہ خطاء کا احتمال بھی رکھتا ہے اور مقابلے میں دوسرا اجتہادی مذہب خطاء ہے لیکن صواب کا بھی احتمال رکھتا ہے۔)

☆ مذکورہ عبارت "**اذا سئلنا عن مذھبنا**.. الخ" اور "**کل مجتھد مصیب و الحق عند اللہ واحد**" دونوں کی رعایت کرتے ہوئے درج ذیل امور قابل توجہ ہیں:

(۱) قطعی اور یقینی طور پر کسی ایک اجتہادی رائے کو از خود عنداللہ خطاء یا صواب قرار نہیں دیا جا سکتا۔ دنیا میں عمل کے لحاظ سے تو ہر مجتہد مصیب ہی ہوگا، البتہ آخرت میں صواب وخطاء کے فیصلے اللہ تعالیٰ خود فرمائے گا۔

(۲) ہم اجتہادی آراء میں دوسری فقہوں کو اپنے حق میں ظن غالب کے طور پر خطاء اجتہادی پہ سمجھتے ہیں اور ان کے رد میں دلائل بھی دیتے ہیں لیکن خود ان کے حق میں ان کی اجتہادی آراء کو صواب ہی سمجھتے ہیں۔

(۳) جب ہم سے پوچھا جاتا ہے کہ تم مالکی، شافعی، حنبلی مذہب کے متعلق کیا کہتے ہو تو ہم کبھی بھی منہ چڑھ کر یوں نہیں کہتے کہ مالکی مذہب خطاء ہے، شافعی مذہب خطاء ہے، حنبلی مذہب خطاء ہے، بلکہ اس کے برعکس ہم یوں کہتے ہیں کہ مالکی مذہب حق ہے، شافعی مذہب حق ہے، حنبلی مذہب حق ہے۔ اس معنی میں کہ ان کے مقلدین کے لیے ان کے مذہب پہ عمل کرنا درست ہے۔ البتہ ہمارے حق میں درست نہیں ہے۔ ہاں! بوقت ضرورت کئی

جگہوں پر ہم ان مذاہب کی آراء پہ بھی عمل کرتے ہیں۔

☆ یاد رہے کہ اجتہادی مذاہب میں کسی ایک مذہب کو یقینی طور پر برغلط وخطاء کہنا غلو فی الدین ہے۔ کیونکہ کسی کو اجتہادی مسئلے میں یقینی خطاء پر کہنا بہت بڑا الزام ہے جس کے لئے نص قطعی کا موجود ہونا ضروری ہے جو کہ وحی کے منقطع ہو جانے کی وجہ سے اب کسی بھی صورت دستیاب نہیں ہو سکتی۔ ہم نے تو متعلقہ مسئلے میں بھی اجتہاد اس لیے کیا تھا کہ اس کے لیے ہمارے پاس نص موجود نہیں تھی۔ اب اس اجتہاد کو خطاء یا صواب کہنے کے لیے ہمارے پاس مزید نص کہاں سے آ گئی۔

(۳) خطاء اجتہادی کا الزام بے ادبی ہے

یاد رہے کہ از خود حتمی اور یقینی طور پر خطاء اجتہادی کی کسی بھی پیغمبر، صحابی، اہل بیت، امام یا مجتہد کی طرف نسبت کرنا برا اور سخت بے ادبی ہے۔ جس کی وجوہات درج ذیل ہیں:

(۱) جیسا کہ ابھی گزرا کہ اجتہادی مسائل میں صواب وخطاء کا فیصلہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا۔ ہم اپنے طور پر یہ فیصلہ کرنے کے مجاز نہیں ہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: مسائل اختلافیہ ائمہ میں حق دائر ہوتا ہے، کسی کو یقیناً خطاء پر نہیں کہہ سکتے۔ (فتاویٰ رضویہ)

(۲) حدیث پاک میں مجتہد مخطی کو دوسرے اجر سے محروم قرار دیا گیا ہے، وجہ صاف ظاہر ہے کہ درست نتیجے تک پہنچنے میں اس سے خطاء ہوگئی، تو یہ خطاء کی بنیاد پر ثواب سے محرومی یقیناً مقام مدح نہیں ہے۔ باقی جو ایک اجر ملتا ہے وہ خطاء کی وجہ سے نہیں بلکہ اجتہاد کی وجہ سے ملتا ہے۔

(۳) صحابہ کرام کی وہ فقہی اجتہادی آراء جو فقہاء کے ہاں متروک قرار پائیں انہیں سلف صالحین نے کبھی بھی ان کی اجتہادی خطاؤں سے تعبیر نہیں کیا۔ بلکہ انہیں اقوال صحابہ کہا

جاتا ہے۔

(۴) حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی باہمی اختلافی اجتہادی آراء کو چاروں فقہوں کے متبعین نے آج تک کبھی بھی امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل کی اجتہادی خطاؤں سے تعبیر نہیں کیا حالانکہ وہ ایک دوسرے کی اجتہادی آراء کا کثیر کثیر دلائل کے ساتھ رد کرتے ہیں۔

(۵) اگر خطاء اجتہادی صفت مدح ہے تو پھر انبیاء کرام، صحابہ کرام، اہل بیت اطہار اور علماء و مشائخ کے جب کمالات بیان کیے جاتے ہیں تو ساتھ ہی ان کی اجتہادی خطاؤں کے تذکرے کیوں شامل نہیں کیے جاتے اور لوگوں کو ان کے اس کمال سے کیوں محروم رکھا جاتا ہے۔ یقیناً کوئی بھی شخص ان مقدس ہستیوں کے لیے مقام مدح میں ان کی اجتہادی خطاؤں کے کمالات سننا پسند نہیں کرے گا۔

(۶) خطاء اجتہادی کا لفظ ''لفظ بشر'' کی مانند ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے پاک بندوں کے لیے بشر کا لفظ بولے تو اس کا اور پہلو مراد ہوتا ہے جو کہ بالکل حق ہے اور اگر یہی لفظ شیاطین، کفار اور فساق بولیں تو اس کا اور پہلو مراد ہوتا ہے جو کہ بالکل باطل ہے۔ اسی لیے سچے مسلمان پاک ہستیوں کو عوام کے درمیان بشر، بشر کہہ کر نہیں پکارتے، بلکہ جب کہیں عقیدے کی وضاحت کے لیے یہ لفظ بولنا پڑے تو اس کے ساتھ خوبصورت سابقے لاحقے لگاتے ہیں، مثلاً سید البشر، نورانی بشریت، بے مثل بشریت یا بشریت مقدسہ۔

بالکل یہی حیثیت خطاء اجتہادی کے لفظ کی ہے کہ اگر وہ اہل علم آپس میں بولیں تو اس کا اور مفہوم مراد ہوتا ہے جو کہ بالکل درست ہے۔ لیکن اگر یہی لفظ کوئی باطنی مریض بولے یا اسے عوام کے درمیان بغیر کسی توضیح کے بولا جائے تو یہ بے ادبی شمار ہوگا۔

(۷) اگر خطاء اجتہادی کا لفظ الزاماً بولا جائے تو اس سے اگلے بندے کو غلط کہنا مقصود ہوتا ہے مثلاً کوئی حنفی، شافعی سے یا شافعی، حنفی سے کہے کہ تمہارا تو مذہب خطاء پر ہے تو وہ اس

پر سخت برا منائے گا کیونکہ جو شخص اپنے اجتہادی مذہب کو حق پر سمجھتا ہو اور اس کے خطاء پر ہونے کا صرف احتمال ہو اسے اس طرح برملا خطاء پر کہنا اس کی بے عزتی ہے۔

نوٹ: اگر خطاء اجتہادی کا لفظ اوپر کی طرح الزاماً نہیں بلکہ سخت نصوص شرعیہ کی صرف تعبیر کے طور پر دفاعاً بولا جائے۔۔ مثلاً ذنب، اثم، عصیان، ازلال، ظلم اور فئۃ باغیہ وغیرہ کی نرم توضیح کے لیے۔۔ تو اس میں مغفوریت کے پہلو کی طرف اشارہ مقصود ہوتا ہے۔ لہذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلین کے لیے بھی جب خطاء اجتہادی کا لفظ بولا جاتا ہے تو وہ احادیث میں آئے ہوئے فئۃ باغیہ جیسے سخت الفاظ کی نرم تعبیر کے طور پر دفاعاً بولا جاتا ہے نہ کہ الزاماً۔ اور اس میں مغفوریت کی طرف اشارہ مقصود ہوتا ہے۔ (اس پر تفصیلی گفتگو اسی فصل میں آگے آرہی ہے)

(۴) خطاء اجتہادی کی نسبت: جائز و ناجائز صورتیں

☆ درج ذیل صورتوں میں کسی کی طرف خطاء اجتہادی کی نسبت ناجائز اور بے ادبی ہے (۱) کسی نے اجتہاد کیا ہی نہیں اور ہم نے اس کی طرف خطاء اجتہادی کو منسوب کر دیا۔ (۲) کسی مجتہد نے اجتہادی رائے پیش کی اور ہم نے از خود حتمی طور پر (یعنی الزاماً) اسے خطاء اجتہادی کہہ دیا۔

☆ درج ذیل صورتوں میں کسی کی طرف خطاء اجتہادی کی نسبت جائز ہے اور بے ادبی شمار نہیں ہوتی کیونکہ یہاں بندہ از خود نسبت نہیں کر رہا ہوتا بلکہ وہ نصوص کے سخت الفاظ کی نرم تعبیر کے طور پر دفاعاً بول رہا ہوتا ہے اور اس کے پیش نظر اس کی مغفوریت کی طرف اشارہ ہوتا ہے: (۱) جب خدائے بزرگ و برتر نے کسی پاک ہستی کے لیے عصیان یا ازلال شیطان وغیرہ کے الفاظ بولے تب بطور دفاع ان الفاظ کا صرف مفہوم واضح کرنے کے لیے بولنا اور وہ بھی محدود طور پر۔ جیسے و عصی آدم ربہ فغوی۔ اسی طرح جب آدم علیہ السلام

کی طلب مغفرت کا تذکرہ کیا جائے تو بجائے ''لفظ معصیت'' کے لفظ خطاء (اجتہادی غیر ارادی) کہہ کر کیا جائے (۲) جب کسی پاک ہستی نے خود اپنے لیے ذنب وظلم وغیرہ کے الفاظ استعمال کیے تو ان کا معنیٰ سمجھانے کے لیے۔ جیسے آدم علیہ السلام نے فرمایا: ربنا ظلمنا انفسنا ۔ (۳) جب کسی ایک فریق کا حق پر اور مقابل فریق کا خطاء پر ہونا'' نصوص شرعیہ'' سے ثابت ہو جائے۔ جیسے مقابلین حضرت علی۔ (۴) جب کسی پاک ہستی نے دوسری پاک ہستی کے لیے کوئی سخت الفاظ استعمال کیے۔ جیسے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے کہا'' ما منعک ان تسبّ اباتراب'' (مسلم)۔ یہاں علماء نے حضرت امیر معاویہ کی طرف سے ''ان تسبّ'' کے الفاظ کی خطاء اجتہادی سے تاویل کی ہے۔

(۵) انبیاء کرام کا اجتہاد اور ممانعت خطاء اجتہادی

انبیاء کرام بالاتفاق تمام انسانوں میں افضل ترین ہستیاں ہوتے ہیں ۔ ہر نبی اپنے اپنے دور میں اللہ تعالیٰ کے بعد بزرگ و برتر ہوتا ہے۔ منصب نبوت کسی بھی لمحے اس سے جدا نہیں ہوتا۔ وہ ہر وقت بارگاہِ خداوندی میں مقیم ہوتے ہیں، وہ کسی بھی ساعت اللہ تعالیٰ کی نگاہ عنایت سے اوجھل نہیں ہوتے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی عظمت وشان ان کی نظروں سے کسی وقت اوجھل ہوتی ہے۔ نبی اگرچہ انسان ہوتے ہیں لیکن غبار بشریت ان کے دامن پر ذرا برابر بھی کوئی دھبہ نہیں لگا سکتا۔

چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانی ہدایت کے لیے مامورومتعین ہوتے ہیں اور براہ راست اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے ساتھ رابطہ قرب میں ہوتے ہیں اس لیے وہ ہر طرح کے گناہوں ، خطاؤں ، نافرمانیوں اور ظاہری و باطنی خرابیوں سے معصوم ہوتے ہیں۔ وہ کسی بھی وقت طبعی میلان یا حظ نفس کے لیے فقط مباح اور جائز امور کا ارتکاب بھی

نہیں فرماتے۔

انبیاء کرام کا اجتہاد:

یہاں ایک اہم سوال یہ ہے کہ کیا انبیاء کرام اجتہاد فرماتے ہیں یا نہیں۔اور پھر کیا ان سے اجتہاد میں خطاء واقع ہوسکتی ہے یا نہیں۔ان دونوں امور میں علماء امت کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے۔ایک طبقے کے نزدیک وہ اجتہاد فرماتے ہیں جبکہ دوسرے طبقے کے نزدیک نہیں فرماتے۔ پھر قائلین اجتہاد میں سے ایک گروہ کے نزدیک ان سے خطاء اجتہادی نہیں ہوسکتی جبکہ دوسرے گروہ کے نزدیک ہوسکتی ہے۔گویا نہ تو انبیاء کرام کا اجتہاد متفق علیہ ہے اور نہ ہی اجتہاد میں خطاء کا صدور۔

انبیاء کرام کے اجتہاد کے سلسلے میں چند بنیادی امور ملاحظہ ہوں:

☆ اکثر علماء کرام کے نزدیک انبیاء کرام کو غیر منصوص امور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کا انتظار کرنے کے بعد اجتہاد کی اجازت ہے۔

☆ دینی امور میں بطور شارع انبیاء کرام کا اجتہاد قطعی ہوتا ہے ہاں اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس میں کسی قسم کی تبدیلی کا حکم آجائے تو پھر وہ تبدیلی لازم ہوتی ہے۔جبکہ غیر انبیاء کا اجتہاد ہمیشہ ظنی ہوتا ہے۔

☆ اس پر اجماع ہے کہ انبیاء کرام کا وہ شرعی اجتہاد جو علی سبیل الوجوب ہو اس کی اتباع امت پہ لازم اور اس کی مخالفت حرام ہے۔

☆ انبیاء کرام اپنے اجتہاد میں تبدیلی بھی لاسکتے ہیں۔

☆ انبیاء کرام پر جو نصوص اتر چکیں ان کے جملہ معانی ومفاہیم ان پر روز روشن کی طرح عیاں ہوتے ہیں جن پر انہیں عام غیر انبیاء مجتہدین کی طرح گہرے غور وفکر کی ضرورت نہیں ہوتی۔

☆ اگر انبیاء کرام مسئلہ بتاتے ہوئے کسی معاملے کو کسی چیز پر قیاس کرتے ہیں تو اس کا مقصد سائل کو سمجھانا یا امت کو طریقہ اجتہاد کی تعلیم دینا ہوتے ہیں۔

انبیاءکرام اور ممانعت خطاء اجتہادی:

اب انبیاءکرام کے لیے اجتہادی خطاء کی ممانعت کے حوالے سے چند ضروری امور ملاحظہ ہوں:

☆ علماء کرام کی ایک بڑی تعداد کے مطابق انبیاءکرام سے اجتہادی خطاء سرزد نہیں ہوتی۔اہم حوالہ جات پیش خدمت ہیں:

(۱) ابوداوٗد کی حدیث ہے،حضورﷺ نے ارشادفرمایا: **والذی نفسی بیده ما یخرج منه الا حق** (قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میرے منہ سے سوائے حق کے کچھ نہیں نکلتا۔)

(۲) امام قرطبی مالکی لکھتے ہیں:**ذهب الجمهور فی ان جمیع الانبیاء صلوات الله علیهم معصومون عن الخطأ والغلط فی اجتهادهم** (تفسیر قرطبی)۔جمہور کا مذہب یہ ہے کہ انبیاءکرام علیہم السلام اپنے اجتہاد میں خطاء اور غلطی سے معصوم ہوتے ہیں۔

(۳) امام رازی شافعی لکھتے ہیں:**ان الانبیاء علیهم السلام معصومون عن الخطأ فی الفتوی وفی الاحکام** (تفسیرِ کبیر)انبیاءکرام علیہم السلام فتویٰ واحکام (اجتہاد) میں خطاء سے معصوم ہیں۔

(۴) علامہ ابن امیر الحاج حنفی لکھتے ہیں: آپﷺ کا اجتہاد خطاء کا احتمال نہیں رکھتا، اوراگر بالفرض اس میں خطاء ہوتو آپ کواس پر برقرار نہیں رکھا جائے گا بلکہ متنبہ کردیا جائے گا۔(التقریروالتحبیر بحوالہ تبیان القرآن،ج:11،ص:485)

(۵) علامہ صفی ہندی اشعری لکھتے ہیں:**اذا جوزنا له الاجتهاد فالحق عندنا انه لا یجوز له ان یخطء ، لنا: ان تجویز أل علیه غض من منصبه فوجب ان لا یجوز** (نھایۃ الوصول فی درایۃ الاصول)جب ہم نے آپﷺ کے لیے اجتہاد کو جائز قرار

دیا تو ہمارے نزدیک حق یہ ہے کہ آپ کے لیے اجتہاد میں خطاء جائز نہیں۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ خطاء کو جائز قرار دینا آپ ﷺ کے منصب کو گھٹانا ہے، لہذا ضروری ہے کہ یہ آپ کے لیے جائز نہ ہو۔

(٦) علامہ جلال الدین محلی لکھتے ہیں: **والصواب ان اجتهاده – صلی الله علیه وسلم – لا یخطئی تنزیها لمنصب النبوة عن الخطأ فی الاجتهاد** (شرح جمع الجوامع للسبکی) اور درست یہ ہے کہ آپ ﷺ کے اجتہاد میں خطاء نہیں ہوتی تا کہ منصبِ نبوت خطاء اجتہادی سے پاک رہے۔

(٧) علامہ عبدالعزیز بخاری لکھتے ہیں: **واجتهاده لا یحتمل الخطأ عند اکثر العلماء** (کشف الاسرار شرح اصول البزدوی حنفی) حضور ﷺ کا اجتہاد اکثر علماء کے نزدیک خطاء کا احتمال نہیں رکھتا۔

(٨) امام نووی لکھتے ہیں: **هل کان الخطأ جائزا علیه ﷺ فذهب المحققون الی انه لم یکن جائزا علیه ﷺ**۔ (شرح مسلم للنووی) کیا آپ ﷺ کے لیے خطاء اجتہادی جائز ہے؟ محققین اسی طرف گئے ہیں کہ وہ جائز نہیں ہے۔

(٩) علامہ احمد بن ابراہیم حنبلی کی کتاب کے حاشیے میں ہے: **وقد ترک المصنف التنبیه علی منع الخطأ فی اجتهاده صلی الله علیه وسلم وهو الذی اختاره الامام وقال انه الحق** (حاشیہ توضیح المقاصد وتصحیح القواعد) مصنف نے آپ ﷺ کے لیے خطاء اجتہادی کی ممانعت پر تنبیہ کو چھوڑ دیا، حالانکہ امام احمد بن حنبل کا مختار یہی ہے کہ آپ ﷺ سے خطاء اجتہادی نہیں ہوسکتی۔ اور یہی حق ہے۔

(١٠) علامہ فضل رسول بدایونی علیہ الرحمہ کی مشہور زمانہ کتاب ''المعتقد المنتقد'' جو کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے حاشیہ ''المستند المعتمد'' کے ساتھ چھپ رہی ہے، اس میں علامہ فضل رسول اور اعلیٰ حضرت علیہما الرحمۃ نے تو اس عقیدے پر اتفاق کر کے بات ہی ختم کر

دی۔ان القول بجواز الخطأ علیھم فی اجتھادھم قول بعید مھجور فلا یلتفت الیہ (المعتقد المنتقد) اس عبارت کا ترجمہ حضور تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے درج ذیل الفاظ سے کیا ہے: ''نبیوں سے ان کے اجتہاد میں خطاء کے جائز ہونے کا قول صحت سے دور مہجور ہے تو اس کی طرف التفات نہیں''۔

نتائج بحث:

مذکورہ حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام سے اجتہادی خطاء ہونے کے بارے میں علماء کرام کے درمیان اختلاف ہے۔ چاروں فقہوں کے جید، محقق اور اکثر علماء کے نزدیک انبیاء کرام سے خطاء اجتہادی کا صدور ممنوع ہے۔۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ خطاء اجتہادی کوئی صفت مدح نہیں ہے ورنہ علماء کرام کے درمیان اس کی انبیاء کی طرف نسبت کرنے میں اختلاف نہ ہوتا اور وہ اسے منصب نبوت سے فروتر نہ کہتے۔۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیاء کرام سے خطاء اجتہادی کا صدور چودہ صدیوں کا متفقہ عقیدہ نہیں ہے کہ بلا تفصیل یوں کہہ دیا جائے کہ ان سے معصومیت کے باوجود خطاء اجتہادی کا صرف امکان ہی نہیں بلکہ وقوع بھی مانا گیا ہے۔ یہ ایک بہت بڑا دھوکہ ہے۔۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ امام اعظم ابوحنیفہ کی الفقہ الاکبر کی عبارت ''**وقد کانت منھم زلات و خطایا**'' اور اسی طرح کی بعض دیگر علماء کرام کی عبارات میں انبیاء کرام کی خطایا سے مراد صوری اجتہادی خطائیں نہیں بلکہ ان سے سہواً صادر ہونے والے وہ بعض امور ہیں جنہیں نصوص میں آئے ہوئے معصیت، ازلال شیطان وغیرہ الفاظ کے متبادل کے طور پر خطاء اجتہادی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ وضاحت آگے آرہی ہے کہ اس تعبیری خطاء اجتہادی کو بھی مقیس علیہ بنانا ممنوع ہے۔

نوٹ:

جن حضرات علماء کرام نے انبیاء کرام کی طرف عمومی معاملات میں عدم التفات

کی وجہ سے خطاء اجتہادی کے امکان کا قول کیا ہے ایک تو انہوں نے اپنی طرف سے گھڑ کر کسی خاص پیغمبر پر کسی خاص معاملے میں خطاء اجتہادی کا الزام عائد نہیں کیا، بلکہ عمومی گفتگو کی ہے۔اور دوسرا ان کی طرف سے صفائی دیتے ہوئے مفسر کبیر، محدث شہیر علامہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہ نہایت ایمان افروز بات لکھتے ہیں: ''محققین کا یہی مذہب ہے کہ آپ ﷺ کے اجتہاد میں خطاء نہیں ہوتی، شمس الائمہ سرخسی نے کہا ہے کہ آپ ﷺ کا اجتہاد وحی کے قائم مقام ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ جن صورتوں میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ آپ ﷺ کی اجتہادی خطاء تھی وہ بظاہر صورتاً (ہمارے دیکھنے میں نہ کہ حقیقتاً) خطاء تھیں تاکہ امت میں اجتہادی خطاء کا نمونہ ہو (تبیان القرآن، ج:11،ص:485)۔

انبیاء کرام کی تعبیری اجتہادی خطاؤں کی حکمتیں

انبیاء کرام کی تعبیری اجتہادی خطائیں بھی عام خطائیں نہیں ہوتیں۔ بلکہ ان میں لاتعداد اور بے شمار حکمتیں پنہاں ہوتی ہیں۔اس سلسلے میں صاحب بہار شریعت علامہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ نے عقیدۂ اہل سنت کو انتہائی خوبصورتی اور کمال عمدگی سے اجاگر کیا ہے۔آپ لکھتے ہیں:

''انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام سے جو لغزشیں واقع ہوئیں، ان کا ذکر تلاوتِ قرآن و روایتِ حدیث کے سوا حرام اور سخت حرام ہے، اوروں کو اُن سرکاروں میں لب کشائی کی کیا مجال۔۔۔! مولیٰ عزوجل اُن کا مالک ہے، جس محل پر جس طرح چاہے تعبیر فرمائے، وہ اُس کے پیارے بندے ہیں، اپنے رب کے لیے جس قدر چاہیں تواضع فرمائیں، دوسرا اُن کلمات کو سند نہیں بنا سکتا، اور خود اُن کا اطلاق کرے تو مردودِ بارگاہ ہو۔ پھر ان کے یہ افعال جن کو (لغت کا دامن تنگ ہونے کی وجہ سے) زلۃ اور لغزش سے تعبیر کیا جائے ہزار ہا حکم و مصالح پر مبنی ہزار ہا فوائد و برکات کی مثمر ہوتی ہیں'' (بہار شریعت)۔

انبیاء کرام کی تعبیری اجتہادی خطاؤں میں کیا حکمتیں ہوسکتی ہیں اس کی وضاحت

صاحب بہار شریعت کچھ یوں کرتے ہیں:

ایک لغزش آدم علیہ السلام کو دیکھیے۔ اگر وہ نہ ہوتی جنت سے نہ اترتے، دنیا آباد نہ ہوتی، نہ کتابیں اترتیں، نہ رسول آتے، نہ جہاد ہوتے، لاکھوں کروڑوں مثوبات (ثوابوں) کے دروازے بند رہتے۔ ان سب کا فتح باب (دروازے کا کھلنا) ایک لغزش آدم کا نتیجہ بارکہ وثمرۂ طیبہ ہے۔ بالجملہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی لغزش، من وتو کس شمار میں ہیں، صدیقین کی حسنات سے افضل واعلیٰ ہیں "حسنات الابرار سیئات المقربین"۔

<u>انبیاء کرام کی صوری اجتہادی خطاؤں کی حکمتیں</u>

(۱) انبیاء کرام کی صوری اجتہادی خطاؤں کی ایک حکمت یہ ہوتی ہے کہ امتِ مسلمہ کو اجتہاد کا ذوق وشوق دلایا جائے۔ پھر اگر انبیاء سے اجتہاد میں عدم التفات ہو جائے تو امت کے مجتہدین کو تسلی دلانا مقصود ہے کہ دین میں اجتہاد بہرصورت جاری رکھا جائے خواہ ان سے خطاء بھی واقع ہو جائے۔

(۲) اسی طرح ایک حکمت ان کی شان امانت داری کو ظاہر کرنا ہوتا ہے۔ اگر انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بصورت وحی محبت بھری تنبیہ کی جاتی ہے تو وہ دیگر منزل من اللہ آیات کی طرح اسے بھی من وعن امت تک پہنچا دیتے ہیں۔ اگر وہ کسی آیت کو چھپانا چاہتے تو ان تنبیہ والی آیات کو چھپا لیتے۔ لیکن اگر انہوں نے ان آیات کو بھی نہیں چھپایا تو کون سی آیت چھپالی ہوگی۔

<u>انبیاء کرام کی اجتہادی خطاؤں کو برملا زیر بحث لانے کی ممانعت</u>

قرآن حکیم میں مالک الملک رب قدیر نے انبیاء کرام کے لیے جو ''عصیان''، ''ازلال الشیطان''، ''ظلم نفس''، ''ضلال''، ''غوایۃ''، ''ذنب'' وغیرہ کے الفاظ استعمال فرمائے، علماء کرام نے دفاعاً ان کا مفہوم ''خطاء اجتہادی'' کے الفاظ سے تعبیر فرمایا۔

ہمارے لیے قطعاً اس چیز کی گنجائش نہیں کہ ہم ان اجتہادی خطاؤں کو برملا زیرِ بحث لائیں یا انہیں غیر انبیاء کے لیے مقیس علیہ بنائیں یا انہیں اپنی خطاؤں کا مستدَل بنائیں۔ ایسا کرنا شدید بے ادبی اور باعث تعزیر ہے۔ اس سلسلے میں اسلاف کے چند اہم حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

(۱) امام قرطبی لکھتے ہیں: قاضی ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آج ہم میں سے کسی کے لیے حضرت آدم علیہ السلام سے متعلق یہ (عصیان وغیرہ کے الفاظ) کہنا جائز نہیں مگر صرف اس صورت میں کہ اسے باری تعالیٰ کے کلام یا اس کے نبی کے کلام کے اثناء میں ذکر کریں۔ ایسے الفاظ تو ہمارے لئے اپنے ان قریبی آباء کے حق میں بھی بولنا جائز نہیں جو ہماری ہی مانند ہیں۔ پھر وہ اس ہستی کے حق میں بولنا کیسے جائز ہوگا جو ہمارے سب سے پہلے باپ ہیں جو بڑی عظمت والے ہیں، جو سب سے پہلے نبی بھی ہیں، جن کا عذر رب نے بیان فرمایا، جن کی اس نے توبہ قبول فرمالی اور جن کی بخشش فرمادی۔ (تفسیر قرطبی)

(۲) امام ابوبکر ابن العربی نے فرمایا: انبیاءِ کرام کے ساتھ حسنِ ادب کا تقاضا تو یہ تھا کہ اگر ان سے کوئی لغزش ہوئی بھی تھی تو تم اسے نہ پھیلاتے --۔ اگر کوئی زَلّہ ان سے صادر ہوئی بھی تھی تو تم اسے عام نہ کرتے، کیونکہ اپنے ہمسائے، بیٹے اور بھائی کی پردہ پوشی بھی بڑی فضیلت ہے۔ تو پھر یہ کون سا طریقہ ہے کہ اپنے پڑوسی کا تو پردہ رکھو اور اپنی گفتگو میں ان کے عیب والے قصے بیان نہ کرو، لیکن انبیاء کرام اور جید اسلاف کے متعلق بڑ بڑ کرنے بیٹھ جاؤ---- ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاء، مسلمین، علماء اور صالحین کے متعلق اس طرح کے ظلم اور دینی ناواقفی سے پناہ طلب کرتے ہیں---- اور ہم تمہیں تاکید کرتے ہیں کہ جب تمہیں ان کے معاملات میں گفتگو کرنی ہی پڑ جائے---- تو تم یہ سب باتیں ان کی تعظیم کے انداز میں بولو---- تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے: جب انبیاء کرام معصیت کے مرتکب ہوئے تو ہم کون ہیں؟ کیونکہ اس کا ذکر بھی کفر ہے۔ (احکام القرآن)

(۳) امام ابن الحاج فرماتے ہیں: ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو شخص کسی بھی نبی کے بارے میں قرآن وحدیث کی تفسیر وتوضیح کے علاوہ کسی مقام میں یہ کہے کہ انہوں نے نافرمانی کی تو وہ کافر ہے، اس سے ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔ (المدخل لابن الحاج)

(۴) امام عبدالرحمٰن ثعالبی مالکی فرماتے ہیں: ہم میں سے کسی کے لیے جائز نہیں کہ آدم علیہ السلام پہ عصیان کا اطلاق کرے یا اس کا ذکر کرے، سوائے قرآنِ عظیم کی تلاوت یا نبی ﷺ کی حدیث کے ضمن میں۔ (تفسیر الجواہر الحسان)

(۵) علامہ محمد بن احمد بن محمد علیش فرماتے ہیں: جو شخص کہے کہ آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی معصیت کی تو اسے قتل کر دیا جائے۔ اگر کوئی شخص اعتراض کرے کہ یہ بات تو اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمائی ہے۔ تو اسے جواباً کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ مالک ہے، وہ اپنے بندوں کے بارے میں جو چاہے ارشاد فرمائے۔۔ اور اگر کوئی کہے کہ اگر میں نے نافرمانی کی تو آدم نے بھی تو نافرمانی کی ہے ---- تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ (فتح العلی المالک)

(۶) خاتم المحققین شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جو حضرت آدم علیہ السلام کی طرف عصیان کی نسبت کی اور ان پر عتاب فرمایا تو وہ حضرت آدم علیہ السلام کے خدائے تعالیٰ کے مقرب ہونے اور ان کی بلندی شان پر مبنی ہے اور مالک کو حق پہنچتا ہے کہ اولیٰ وافضل چیز کے ترک کرنے پر اگرچہ وہ معصیت کی حد تک نہ پہنچے اپنے بندے کو جو کچھ چاہے کہے اور عتاب کرے، دوسرے کسی کو کچھ بھی کہنے کی مجال نہیں ہے، یہ نہایت ادب کا مقام ہے جس کا لحاظ ضروری ہے۔ ادب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی جانب سے بعض مقرب انبیاء کرام پر عتاب نازل ہو یا ان کی طرف خطاء کی نسبت کی گئی ہو یا خود ان انبیاء کرام کی طرف سے تواضع، عاجزی وانکساری کی بات صادر ہو جس سے ان میں نقص وعیب کا وہم پڑتا ہو، تو ہم بندوں کو اس میں دخل دینے یا اسے زبان پر لانے کی ہرگز اجازت نہیں۔ (اشعۃ اللمعات)

(۷) اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: ''غیر تلاوت میں اپنی طرف سے سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف نافرمانی وگناہ کی نسبت حرام ہے۔ ائمہ دین نے اس کی تصریح فرمائی بلکہ ایک جماعت علماء کرام نے اسے کفر بتایا، مولیٰ کوشایان ہے کہ اپنے محبوب بندوں کو جس عبارت سے تعبیر فرمائے، فرمائے دوسرا کہے تو اس کی زبان گدّی کے پیچھے سے کھینچی جائے للہ المثل الاعلی، بلاتشبیہ یوں خیال کرو کہ زید نے اپنے بیٹے عمرو کو اس کی کسی لغزش یا بھول پر متنبہ کرنے ادب دینے حزم وعزم واحتیاط اتم سکھانے کے لئے مثلاً بے ہودہ نالائق احمق وغیرہا الفاظ سے تعبیر کیا باپ کو اس کا اختیار تھا اب کیا عمرو کا بیٹا بکر یا غلام خالد انہیں الفاظ کو سند بنا کر اپنے باپ اور آقا عمرو کو یہ الفاظ کہہ سکتا ہے، حاشا! اگر کہے گا سخت گستاخ ومردود وناسزاو مستحق عذاب وتعزیر وسزا ہوگا، جب یہاں یہ حالت ہے تو اللہ عزوجل کی ریس کرکے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی شان میں ایسے لفظ کا بکنے والا کیونکر سخت شدید ومدید عذابِ جہنم وغضب الٰہی کا مستحق نہ ہوگا والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ (فتاویٰ رضویہ)

(۸) شارح بخاری علامہ شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ تھانوی ترجمہ ''آپ کی اگلی پچھلی خطائیں''، جس میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف خطاء کی نسبت کی گئی ہے، کی گرفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: واضح ہو کہ یہ ترجمہ اردو میں کیا گیا ہے اور اردو میں خطاء کے معنی غلطی اور گناہ کے ہیں۔ (فتاویٰ شارح بخاری، ج:1، ص:639)

افسوس! آج ہم ایک ایسے دور میں زندہ ہیں جبکہ ہماری آنکھوں کے سامنے اہل خطاء از خود گھڑ کر نہ صرف امام الانبیاء کی روح وجان وجگر کی ذات پاک کی طرف نہایت بے باکی سے خطاء اجتہادی کی نسبت کرتے پھر رہے ہیں بلکہ عذر گناہ بدتر از گناہ کے طور پر انبیاء کرام کی تعبیری اجتہادی خطاؤں کے بارے میں بھی جابجایوں کہتے پھر رہے ہیں کہ اجتہادی خطائیں تو انبیاء سے بھی ہوسکتی ہیں۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ استغفر اللہ العظیم۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(٦) صحابہ کرام کا اجتہاد اور ممانعت خطاء اجتہادی

صحابہ کرام بھی اجتہاد فرمایا کرتے تھے۔انہوں نے حضور ﷺ کی موجودگی میں بھی اجتہاد کیے اور آپ کے وصال کے بعد بھی اجتہاد کیے۔علماء کرام نے مجتہد وفقیہ صحابہ کی اجتہادی وفقہی آراء پر ضخیم کتب تحریر کی ہیں۔صحابہ کرام کے اجتہادی وفقہی اختلاف کے حوالے سے درج ذیل دو حوالے قابل ملاحظہ ہیں۔

(۱) علامہ ابن عبد البر لکھتے ہیں کہ خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایا: **ما یسرّنی لو ان اصحاب محمد لم یختلفوا؛ لانهم لو لم یختلفوا لم تکن رخصة** (جامع بیان العلم وفضلہ)

(مجھے اس بات سے قطعاً کوئی مسرت نہ ہوتی کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں فقہی اختلاف نہ ہوتا؛ اس لیے کہ اگر ان میں اختلاف نہ ہوتا تو رخصت اور گنجائش میسر نہ آتی۔)

اس میں صحابہ کرام کے فقہی اختلاف کے فائدے کی وضاحت کی گئی ہے۔

(۲) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: **ان الصحابة مختلفون و انهم جمیعا علی الهدی** ۔(الانصاف)

(بے شک صحابہ کرام کے مابین بھی فقہی اختلافات ہوئے اور بے شک وہ سب کے سب ہدایت پر تھے)

اس میں صحابہ کرام کے فقہی اختلاف کے باوجود ان سب کو ہدایت کا چراغ کہا گیا ہے۔

<u>صحابہ کرام اور ممانعت خطاء اجتہادی:</u>

صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار بھی انبیاء کرام کا پرتو ہیں، جس طرح انبیاء کرام کی اجتہادی خطاؤں کو زیر بحث لانا یا مقیس علیہ بنانا ممنوع ہے اسی طرح صحابہ کرام واہل بیت

اظہار کی اجتہادی خطاؤں کو بھی زیر بحث لانا یا مقیس علیہ بنانا ممنوع ہے۔اور الزاماً اجتہادی خطاء پر کہنا تو انتہائی بدترین حرکت ہے۔ چند ضروری حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

(۱) امام عوام بن حوشب فرماتے ہیں: میں نے اس امت کے پہلے لوگوں کو اس بات پر مضبوطی سے قائم ودائم پایا کہ وہ لوگوں کو تلقین کرتے تھے کہ صحابہ کرام کے فضائل اور محاسن بیان کیا کروتا کہ لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت پیدا ہواور ان کے باہمی اختلافات کے تذکرے نہ چھیڑا کرو جس سے ان میں جرات بڑھے اور وہ بے ادب ہوجائیں۔ (تثبیت الامامۃ وترتیب الخلافۃ)

(۲) امام قرطبی فرماتے ہیں: **لا یجوز ان ینسب الی احد من الصحابة خطأ مقطوع به، اذ کانوا کلهم اجتهدوا فیما فعلوه وارادوا الله عز وجل، وهم کلهم لنا ائمة، وقد تعبدنا بالکف عما شجر بینهم، والا نذکرهم الا باحسن الذکر، لحرمة الصحبة ولنهی النبی صلی الله علیه وسلم عن سبهم، وان الله غفر لهم، واخبر بالرضا عنهم** (تفسیر قرطبی)

(کسی بھی صحابی کی طرف (اپنی طرف سے گھڑ کر) قطعیت کے ساتھ خطاء کی نسبت کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ ان سب نے اپنے معاملات میں اجتہاد سے کام لیا تھا اور ان سب کا مقصد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی تھا۔ وہ سب ہمارے پیشوا ور اہنما ہیں، ہم اس امر کے پابند ہیں کہ ان کے باہمی اختلافات ومشاجرات میں کفِّ لسان کریں اور ان کا ذکر صرف نیک طور پر کریں۔ ایک تو صحابیت کی حرمت کی وجہ سے، دوسرا اس وجہ سے کہ حضور ﷺ نے انہیں برا بھلا کہنے سے منع فرمایا، اور تیسرا اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی مغفرت فرمادی اور ان کے حق میں اپنے راضی ہونے کا اعلان کردیا۔

(۳) صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم انبیاء نہ تھے، فرشتہ نہ تھے کہ معصوم ہوں، ان میں بعض کے لیے لغزشیں ہوئیں مگر

ان کی کسی بات پر گرفت اللہ ورسول کے خلاف ہے۔ اللہ عزوجل نے سورۂ حدید میں جہاں صحابہ کی دو قسمیں فرمائیں ۔۔ مومنین قبلِ فتحِ مکہ اور بعدِ فتحِ مکہ۔۔ اور اُن کو اِن پر تفضیل دی اور فرمادیا: وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى (سب سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرما لیا۔) ساتھ ہی ارشاد فرمادیا: وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (اللہ خوب جانتا ہے، جو کچھ تم کرو گے) تو جب اُس نے اُن کے تمام اعمال جان کر حکم فرمادیا کہ ان سب سے ہم جنّتِ بے عذاب وکرامت وثواب کا وعدہ فرما چکے تو دوسرے کو کیا حق رہا کہ اُن کی کسی بات پر طعن کرے۔ کیا طعن کرنے والا اللہ سے جدا اپنی مستقل حکومت قائم کرنا چاہتا ہے؟۔ (بہار شریعت)

حضرت علی اور آپ کے مقابلین رضی اللہ عنہم کے متعلق عقیدۂ اہل سنت:

اہل سنت و جماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ جنگ جمل وصفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور آپ کے مقابلین خطاء اجتہادی پر تھے۔ (لیکن یاد رہے کہ یہ خطاء اجتہادی نصوص شرعیہ کی نرم تعبیر کے طور پر دفاعاً ہے نہ کہ الزاماً، تفصیل چند سطور بعد) دو مستند حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

(۱) علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: **قال اهل السنة كان الحق مع على رضى الله عنه وان من حاربه مخطئ فى الاجتهاد فهو معذور وان كلا من الفريقين عادل صالح ولا يجوز الطعن فى أحد منهم۔** (النبراس)

(اہل سنت کہتے ہیں کہ حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور آپ سے جنگ کرنے والے حضرات اجتہادی خطاء پر تھے لہذا وہ معذور ہیں۔ اور دونوں گروہ عادل وصالح تھے، ان میں سے کسی پر بھی طعن وتشنیع جائز نہیں۔)

(۲) صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: خطاء دو قسم ہے: <u>خطاءِ عنادی</u>، یہ مجتہد کی شان نہیں اور <u>خطاءِ اجتہادی</u>، یہ مجتہد سے ہوتی ہے اور اِس میں اُس پر عند

اللہ اصلاً مؤاخذہ نہیں۔ مگر احکامِ دنیا میں وہ دو قسم ہے: خطاء مقرر کہ اس کے صاحب پر انکار نہ ہوگا، یہ وہ خطاء اجتہادی ہے جس سے دین میں کوئی فتنہ نہ پیدا ہوتا ہو، جیسے ہمارے نزدیک مقتدی کا امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا۔ دوسری خطاء منکر، یہ وہ خطاء اجتہادی ہے جس کے صاحب پر انکار کیا جائے گا، کہ اس کی خطا باعثِ فتنہ ہے۔ حضرت امیرِ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت سیّدنا امیر المومنین علی مرتضیٰ کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے خلاف اسی قسم کی خطاء کا تھا اور فیصلہ وہ جو خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مولیٰ علی کی ڈِگری اور امیرِ معاویہ کی مغفرت، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ (بہار شریعت)

مقابلین علی رضی اللہ عنہم کے لیے خطاء اجتہادی کا اطلاق کیوں؟:

یہاں ایک اہم سوال جو ہر کسی کے ذہن میں آ سکتا ہے کہ جب حتمی طور پر کسی کی طرف خطاء اجتہادی کی نسبت کرنا ممنوع ہے تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں آنے پر حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت امیر معاویہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو علماء کرام کیوں شروع سے ہی حتمی طور پر خطاء اجتہادی پر لکھتے کہتے چلے آ رہے ہیں؟۔

جواباً گزارش ہے کہ علماء کرام ان پاک ہستیوں کو حتماً خطاء اجتہادی پر خود اپنی طرف سے الزاماً نہیں کہتے اور نہ ہی انہیں اس کا حق حاصل ہے، بلکہ وہ تو یہ لفظ نصوص شرعیہ کے سخت الفاظ کی نرم تعبیر کے طور پر بولتے ہیں۔ کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قطعاً حق پر ہونا اور ان کے مقابلین کا حتماً خطاء اجتہادی (مغفوری) پر ہونا نصوص سے ثابت ہے۔ دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **اللھم ادر الحق معه حيث دار** (ترمذی)
(اے اللہ! تو حق کو اسی طرف پھیر دے جس طرف علی پھر جائے)

(۲) علامہ سعد الدین تفتازانی لکھتے ہیں: **وقد صح ندم طلحة والزبير رضى الله عنهما و انصراف الزبير رضى الله عنه عن الحرب و اشتهر ندم عائشة**

رضی اللہ عنہا(شرح مقاصد)

(جنگ جمل میں حضرت علی کے مقابلے میں آنے پر حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما کی ندامت اور حضرت زبیر کا جنگ چھوڑ کے چلے جانا صحیح روایات سے ثابت ہے، نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقابلے میں آنے پر نادم ہونا بھی معروف ومشہور ہے)

(۳) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جنگ جمل میں حضرت علی کے مدمقابل تھے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں آواز دے کر بلایا اور تنہائی میں ان سے گفتگو کی اور انہیں یاد دلایا ---- کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا: تم ضرور علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کروگے اور تم اس پر ظلم کرنے والے ہوگے۔حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو یہ بات یاد آ گئی اور آپ جنگ چھوڑ کر چلے گئے(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ)۔

(۴) حضرت طلحہ جنگ جمل میں شہید ہوئے۔آپ حضرت علی سے جنگ لڑ رہے تھے۔بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ حضرت علی نے انہیں بلایا اور انہیں وہ باتیں (احادیث مبارکہ) یاد دلائیں جو آپ نے حضرت زبیر سے کہی تھیں۔جس پر حضرت طلحہ آپ کے ساتھ جنگ کرنے سے پیچھے ہٹ گئے اور جنگی صفوں سے باہر نکل گئے۔ (اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ)۔

(۵) جنگ صفین میں حضرت عمار بن یاسر حضرت علی کے گروہ میں شامل تھے۔اس موقع پر آپ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گروہ کے ہاتھوں شہید ہوگئے۔آپ کی اس شہادت کا تذکرہ بخاری شریف کی درج ذیل حدیث میں ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کی تعمیر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم تو اس کی تعمیر ایک ایک اینٹ اٹھاتے تھے لیکن عمار دو دو اینٹیں اٹھا رہے تھے۔ حضور ﷺ نے انہیں دیکھا تو ان کی بدن سے مٹی جھاڑنے لگے اور فرمایا: افسوس! عمار کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی، عمار اسے جنت کی دعوت دیں گے اور وہ جماعت عمار کو جہنم کی

دعوت دے رہی ہوگی۔اس پر حضرت عمار کہتے تھے کہ میں فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ (بخاری)

مذکورہ نصوص کی تشریح:

مذکورہ نصوص کی تشریح کرتے ہوئے علامہ مفتی امجد علی اعظمی لکھتے ہیں: ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قطعی جنتی اور یقیناً آخرت میں بھی محمد رسول اللہ ﷺ کی محبوبۂ عروس ہیں، جو انھیں ایذا دیتا ہے رسول اللہ ﷺ کو ایذا دیتا ہے اور حضرت طلحہ و حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو عشرۂ مبشَّرہ سے ہیں، ان صاحبوں سے بھی بمقابلہ امیر المومنین مولیٰ علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم خطاء اجتہادی واقع ہوئی، مگر اِن سب نے بالآخر رجوع فرمائی۔۔عرفِ شرع میں بغاوت مطلقاً مقابلۂ امامِ برحق کو کہتے ہیں، عناداً ہو، خواہ اجتہاداً، ان حضرات پر بوجہ رجوع اس کا اطلاق نہیں ہوسکتا، گروہِ امیرِ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حسبِ اصطلاحِ شرع اِطلاق فئہ باغیہ آیا ہے، مگر اب کہ باغی بمعنی مُفسِد ومُعانِد وسرکش ہو گیا اور دُشنام سمجھا جاتا ہے، اب کسی صحابی پر اس کا اِطلاق جائز نہیں۔(بہار شریعت)

سطور بالا سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق پر ہونا اور مقابلین کا خطاء اجتہادی پر ہونا شرعی نصوص کی وجہ سے ہے۔اور اسی وجہ سے علماء کرام حضرت علی کو حق پر اور مقابلین کو خطاء اجتہادی (مغفوری) پر کہتے لکھتے چلے آرہے ہیں۔ورنہ کسی کی مجال نہیں کہ کسی صحابی کی طرف ازخود خطاء اجتہادی کی نسبت کرنے کی جسارت کرے۔

ہماری اسی شرعی نصوص والی بات کو ہی واضح کرتے ہوئے صاحب بہار شریعت نے لکھا:

''حضرت امیرِ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت سیّدنا امیر المومنین علی مرتضیٰ کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے خلاف اسی قسم کی خطاء کا تھا اور فیصلہ وہ جو خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مولیٰ علی کی ڈِگری اور امیرِ معاویہ کی مغفرت، رضی اللہ تعالیٰ

عنہم اجمعین“۔

یعنی حضرت علی اور ان کے مقابلین کے حوالے سے فیصلہ خود حضور ﷺ نے نصوص سے کر دیا تھا، ورنہ ہمارے پاس کوئی اختیار نہیں کہ صحابہ کرام کے مابین حق ناحق یا اجتہادی صواب وخطاء کے فیصلے کرنے بیٹھ جائیں۔

حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں: ان کے اس باہمی اختلاف کا فیصلہ کرنے کا اختیار ہمیں تو نہیں دیا گیا اور نہ ہی ہم سے سوال ہوگا کہ تم نے فیصلہ کیوں نہیں کیا اور نہ ہم اس وقت اور موقع پر حاضر تھے اور نہ ان کے تنازع کے درمیان بولنا ہمیں زیب دیتا ہے۔(ملفوظات مہریہ)

اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ اگر بالفرض نصوص کا معاملہ نہ ہوتا اور آج کوئی بدبخت کھڑے ہوکر حضرت علی کے مقابلین کے لیے اپنی طرف سے گھڑ کر خطاء اجتہادی کا لفظ بولتا تو ہم اس کے خلاف سراپا احتجاج بن جاتے اور اسے ہرگز ہرگز ایسا کہنے کی اجازت نہ دیتے۔

نیز ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ مقابلین علی کے خطاء اجتہادی پر ہونے کے باوجود جب عوام میں اس موضوع پر گفتگو کی جائے تو کوشش ہونی چاہیے کہ پہلے تو ان کے لیے یہ لفظ بھی بولنے کی نوبت نہ آئے اور اگر کہیں مجبوراً بولنا پڑ جائے تو پھر مکمل باادب تسلی بخش وضاحت کے بغیر ہرگز ہرگز آگے نہ بڑھا جائے۔

مزید ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ مقابلین علی رضی اللہ عنہم کے جن معاملات کا نصوص سے اجتہادی خطاء ہونا ثابت ہے ان کے علاوہ خود انھیں کے دیگر کسی بھی معاملے پر خطاء اجتہادی کے اطلاق کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔ فللہ الحمد

فصل دوم: مسئلہ مبحوث عنہا

ہم اس فصل میں درج ذیل عنوانات کے تحت گفتگو کریں گے۔

(۱) ہمارا واضح موقف

(۲) مقدس ہستیوں کے بارے میں لب کشائی کے آداب

(۳) مقام سیدۂ کائنات

(۴) سیدۂ کائنات پر الزام خطاء کا فتنہ

(۵) ردّ مزعومہ خطاء اجتہادی

(ا) ہمارا واضح موقف

☆ سب سے پہلے ہم مسئلہ فدک کے حوالے سے اپنا دوٹوک، واضح اور شفاف موقف سامنے لانا چاہتے ہیں۔ ہمارا موقف یہ ہے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فدک کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ کی حدیث پیش کر کے ایک ذرے کا کروڑواں حصہ بھی کوئی ناحق فیصلہ نہیں کیا۔ وہ ہر لحاظ سے کامل اکمل اور ہر طرح سے جائز و درست تھا۔

☆ دوسری طرف سیدۂ کائنات حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بھی فدک کا مطالبہ کر کے قطعاً کوئی خطاء نہیں کی، بلکہ اس مطالبے کے ذریعے دین کی زبردست خدمت سرانجام دی اور اپنے عظیم والد سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی امت پر بہت بڑا احسان کیا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عدالت میں آپ کا مطالبہ خطاء پر نہیں بلکہ حکمت وفراست اور ولایت و کرامت پر مبنی تھا۔۔ ہمارا جینا بھی اسی عقیدے پہ ہے اور مرنا بھی۔

☆ جو شخص آپ کی ذات گرامی کو خطاء پر کہے وہ بذات خود بہت بڑا خاطی، بے ادب، دروغ گو اور گناہ گار ہے۔ ایسے شخص کی حمایت کرنا یا اس کے لیے نرم گوشہ رکھنا اپنے آپ کو بارگاہ رسالت سے دور کرنا ہے۔ ہم ایسی بدعقیدگی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔

☆ ہم صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار کے متعلق اصطلاحی معصومیت کا عقیدہ تو بالکل نہیں رکھتے، لیکن یہ عقیدہ ضرور رکھتے ہیں کہ انہیں حسب مراتب رسول اللہ ﷺ کے دیگر اوصاف کی طرح آپ کے وصف معصومیت کا فیض بھی ضرور ملا تھا، اسی لیے انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے حسب مراتب ہر طرح کی خطاؤں سے محفوظ و مغفور فرما دیا تھا۔ وصف

معصومیت کا فیض ملنے کے حوالے سے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ امام حسن رضی اللہ عنہ کی شان بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

شہد خوارِ لعابِ زبانِ نبی　　چاشنی گیرِ عصمت پہ لاکھوں سلام

اور بالخصوص اہل بیت اطہار کو رسول اللہ ﷺ کے جملہ اوصاف کا فیض ملنے کے حوالے سے ارشاد فرماتے ہیں:

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا　　تو ہے عین نور، تیرا سب گھرانہ نور کا

☆　ایسی کوئی بھی روایت یا کلام جس سے ہر دو مقدس ہستیوں حضرت صدیق اکبر و حضرت سیدۂ کائنات رضی اللہ عنہما کی عظمت پہ حرف آئے تو اسے بطور ثبوت پیش نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کی تاویل کی جائے گی۔ کیونکہ انبیاء ہوں یا رسل، صحابہ ہوں یا اہل بیت، ائمہ ہوں یا مشائخ ان سب کے متعلق آج تک علماء اہل سنت کا یہی طریقہ چلا آ رہا ہے کہ وہ متعلقہ روایت یا کلام کی کوئی بھی مناسب تاویل کر کے ان ہستیوں کی عزت و ناموس کی حفاظت کرتے ہیں۔ وہ ایسی روایات یا کلاموں کو ان کے ظاہر پہ رکھ کر مقدس ہستیوں کی عظمت کو داغ دار نہیں ہونے دیتے۔ مسئلہ فدک میں بھی ہمارے لیے عافیت یہی روش اختیار کرنے میں ہے۔

(۲)　مقدس ہستیوں کے بارے میں لب کشائی کے آداب

☆　ہمیں قرآن و حدیث میں مقدس ہستیوں کے متعلق لب کشائی کے جو آداب سکھائے گئے ہیں بحیثیت مسلمان ان کی پابندی کرنا ہمارا اولیں فرض ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے بارے میں کیسے لب کشائی کرنی ہے اس کے لیے درج ذیل دو آیتیں ملاحظہ ہوں:

(۱) أَ شَرٌّ أُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ أَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا (جنات نے کہا کیا شر ہے

جس کا زمین والوں کے ساتھ ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے رب نے ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے) شر اور بھلائی دونوں کا ارادہ کرنے والا اللہ ہی ہے لیکن اس آیت میں ''شر'' کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں کی گئی لیکن بھلائی کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے۔

(۲) مَا أَصَابَکَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَ مَا اَصَابَکَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِکَ (اے انسان! جب تجھے کوئی بھلائی پہنچے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جب تجھے کوئی برائی پہنچے تو وہ تیری اپنی طرف سے ہے) اگرچہ بھلائی اور برائی دونوں تقدیر الٰہی سے ہیں لیکن اس آیت میں انسان کی تربیت کی گئی کہ وہ بھلائی کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرے اور برائی کی نسبت اپنی طرف۔

خیر وشر اور صواب وخطاء کی نسبت کے حوالے سے ہمارے اسلاف کا شروع سے لے کر آج تک وہی طریقہ چلا آرہا ہے جو مذکورہ آیات میں سکھایا گیا ہے۔

اسی طرح حضور ﷺ کی ذات پاک کے حوالے سے بھی قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر لب کشائی کے آداب سکھائے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا۔ (اے ایمان والو! حضور ﷺ کی بارگاہ میں ''راعنا'' نہ کہا کرو، ''انظرنا'' کہا کرو اور ان کا فرمان توجہ سے سنا کرو۔) اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کو براہ راست اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے لیے راعنا کا لفظ بولنے سے منع فرما دیا حالانکہ یہ لفظ بھی درست تھا، اس کا معنیٰ بھی درست تھا اور بولنے والے صحابہ کرام کی نیتیں بھی درست تھیں لیکن چونکہ اغیار اس کو غلط استعمال کر رہے تھے تو مقام رسالت کی بلندی کے پیش نظر اس سے بھی منع کر دیا گیا۔

اسی طرح صحابہ کرام و اہل بیت اطہار کی مقدس بارگاہوں میں لب کشائی کے آداب خود رسول اللہ ﷺ نے سکھائے۔ ارشاد فرمایا: اللہ اللہ فی اصحابی، لاتتخذھم غرضا بعدی فمن احبھم فبحبی احبھم و من ابغضھم فببغضی

ابغضهم و من آذاهم فقد آذانی و من آذانی فقد آذی الله ومن آذی الله فیوشک ان یاخذہ (ترمذی)

(میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، میرے بعد انہیں طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بناؤ۔ جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کی وجہ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو میرے بغض کی وجہ سے بغض رکھا۔ جس نے انہیں ایذاء پہنچائی اس نے مجھے ایذاء پہنچائی اور جس نے مجھے ایذاء پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذاء پہنچائی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو ایذاء پہنچائی تو عنقریب اللہ تعالیٰ اسے (اپنے عذاب میں) گرفتار فرمالے گا۔)

مذکورہ حدیث پاک میں صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار کے متعلق ہر طرح سے محتاط رہنے کا خود رسول اللہ ﷺ نے حکم فرما دیا اور بے احتیاطی کے انجام سے بھی خود ہی آگاہ فرما دیا۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر

اللہ یا رسول کا کسی کی طرف معصیت، بغاوت وغیرہ جیسے الفاظ منسوب کرنا اور حیثیت رکھتا ہے۔ (ہمیں صرف محدود طور پر ان الفاظ کی خطاء اجتہادی وغیرہ سے باادب توضیح کا حق حاصل ہے۔) جبکہ ہمارا از خود مقدس ہستیوں کی طرف خطاؤں وغیرہ کی نسبت کرنا اور حیثیت رکھتا ہے۔ اگر ہم اللہ و رسول کے الفاظ کو بنیاد بنا کر از خود بھی ایسی نسبتیں شروع کر دیں گے تو یہ خدا اور رسول کا منصب سنبھالنے والی بات ہوگی۔

(۳) مقام سیدۂ کائنات رضی اللہ عنہا

سیدۂ کائنات حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کوئی معمولی ہستی نہیں ہیں، آپ اپنے اصول کے لحاظ سے جد الانبیاء کی نسل پاک اور امام الانبیاء کی جان و جگر ہیں۔۔ آپ اپنے جوڑے کے لحاظ سے شمع شبستان ولایت، خاتم خلافت نبوت، فاتح سلاسل طریقت،

اسد اللہ الغالب اور مطلوب کل طالب کی زوجہ محترمہ ہیں۔۔آپ اپنی ذات کے لحاظ سے شبیہ مصطفیٰ، سردار خواتین جہاں و جناں، ملکہ روز جزا اور شریک زمرہ اہل کساء ہیں۔۔اور آپ اپنے فروع کے لحاظ سے سردارانِ جنت وشہداء کربلا کی ام محترم اور لاکھوں سیدوں، اماموں، غوثوں، قطبوں کی جدہ طیبہ ہیں۔

آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر سیدۂ کائنات کا کاشانہ اقدس وہ مقدس ترین مقام ہے جہاں سیادت، امامت، شرافت، طہارت، نفاست، نجابت، امارت، سخاوت، ہدایت، اصالت، متانت، ولایت، کرامت، قرابت، بشارت، لطافت، ریاست، شجاعت، عنایت، فراست، فصاحت، بلاغت، شفاعت، نزاہت، عبادت، ریاضت، صداقت، عدالت، شہادت، شریعت، طریقت، غوثیت، قطبیت، عزت، عظمت، شوکت، عفت، رفعت، بصیرت، نعمت، جرأت، سطوت، حکومت اور حکمت کے پھریرے لہرا رہے ہیں۔

یہ ہیں سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا۔ایسی پاک ہستی کا تو نام بھی جب منہ سے بولا جائے بلکہ ذہن میں بھی سوچا جائے تو بندے کو ادب کے لحاظ سے انتہائی حد تک چوکنا ہو جانا چاہیے، کیونکہ اس بارگاہ کی ذرہ برابر بے ادبی بھی آدمی کو اوج ثریا سے قعر مذلت میں گرا دینے کے لیے کافی ہے۔

تمام صحابہ و اہل بیت میں آپ ہی وہ واحد ہستی ہیں جنہیں ''بتول'' کے عظیم لقب سے یاد کیا جاتا ہے یعنی وہ پاک ذات جو مال و دولتِ دنیا سے بالکل بے زار اور خالصتاً اپنے رب کریم سے لو لگانے والی ہو۔ یہ لقب خود شہادت دے رہا ہے کہ آپ کا مقام ہر طرح کے حرص سے بالکل پاک اور دنیا کی چیزیں مانگنے سے کھربوں گنا بلند ہے۔آپ کی شانوں والی خود اپنی مقدس فطرت بھی یہی تھی اور بارگاہ رسالت سے بھی آپ کی عظیم تربیت یہی تھی۔

جیسے صدیق کوئی ایسا کام نہیں کرسکتا جو اس کی شان صداقت کے خلاف ہو، فاروق کوئی ایسا کام نہیں کرسکتا جو اس کی شان عدالت کے خلاف ہو، غنی کوئی ایسا کام نہیں کر سکتا جو اس کی شان سخاوت کے خلاف ہو، حیدر کوئی ایسا کام نہیں کرسکتا جو اس کی شان شجاعت کے خلاف ہو بالکل اسی طرح بتول بھی کوئی ایسا کام نہیں کرسکتی جو اس کی شان بتولیت کے خلاف ہو۔

لہذا آپ کی ذات پاک کو اس حوالے سے مشہور کرنا کہ آپ فدک کی طالبہ تھیں، یہ (شہرت) شان بتولیت کے بالکل خلاف اور کھلی بے ادبی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ جب بھی طلب فدک کا تذکرہ کیا جائے تو اس کے ساتھ ان تمام حکمتوں اور مصلحتوں کا تذکرہ بھی ضرور کیا جائے جو اس موقع کی مناسبت سے متوقع ہوسکتی ہیں، ورنہ مصطفیٰ کریم کی تربیت، شان بتولیت اور مقام سیادت پہ حرف آئے گا۔ (حکمتوں اور مصلحتوں کا تذکرہ آگے آرہا ہے)۔

(۴) سیدۂ کائنات پر الزام خطاء کا فتنہ

☆ پاکستان کے بعض اہل خطاء نے یہ ظلم ڈھایا کہ اپنے بعض بیانات میں بنت فخر موجودات، سیدۂ کائنات، ام السادات، مدارِفلاح ونجات حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے طلب فدک کو جانتے بوجھتے ہوئے آپ کی خطاء کہہ دیا اور بعد میں تحکماً کہا کہ میری اس سے مراد خطاء اجتہادی تھی۔

چونکہ اس طرح سیدۂ پاک کو خطاء پر کہنا چودہ صدیوں میں پہلی مرتبہ سننے میں آیا تھا اس لیے عرب وعجم اور پاک و ہند کے تمام اہل علم وایمان میں سخت ترین تشویش پیدا ہوگئی اور ہر طرف فتنہ ہی فتنہ برپا ہوگیا۔ یقیناً یہ اہل خطاء کی خود اپنی سنگین خطاء تھی جس کا ازالہ فوری رجوع وتوبہ سے کیا جاسکتا تھا مگر شومئ قسمت کہ کثیر کثیر اکابر علماء کے ہر ہر طرح سے

سمجھانے کے باوجود وہ اس پر ڈٹ گئے اور امت کو شدید ترین انتشار وافتراق میں مبتلا کردیا۔آیئے دیکھتے ہیں کہ اس طرح کے فتنے پیدا کرنے والے اہل علم کے بارے میں شریعت مطہرہ کیاارشادفرماتی ہے۔

☆ (۱) اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشادفرمایا: **والفتنة اشد من القتل** (اپنے ما بعدنتائج کے اعتبار سے) فتنہ پیدا کرناقتل (جیسے گھناؤنے جرم) سے سخت تر ہے۔۔(۲) توبہ ورجوع کی طرف نہ آنے والے لوگوں کی فطرت کے حوالے سے قرآن حکیم میں ہے:

قال رب انی دعوت قومی لیلا و نهارا ٥ فلم یزدهم دعاء ی الا فرارا ٥ و انی کلما دعوتهم لتغفر لهم جعلوا اصابعهم فی آذانهم واستغشوا ثیابهم و اصروا واستکبروا استکبارا (اے میرے رب! میں نے شب وروز اپنے لوگوں کو اصلاح کی دعوت دی، مگر میری دعوت پر سوائے فرار کے انہوں نے کچھ نہ کیا، اور جب بھی میں نے انہیں دعوت دی تا کہ تو انہیں بخش دے انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیں اور کپڑوں سے خود کو ڈھانپ لیا، اور شدید ضد کی اور بہت بڑے تکبر کا مظاہرہ کیا)۔۔(۳) حضور ﷺ نے ارشادفرمایا: **الفتنة نائمة لعن الله لمن ایقظها** (جامع صغیر) فتنہ سو رہا ہوتا ہے، اس پر اللہ کی لعنت جو اس کو جگائے (اس کی بنیاد رکھے)۔۔(۴) حضور ﷺ نے ارشادفرمایا: **اتقوا زلة العالم و انتظروا فیئته** (سنن کبری) عالم کی لغزش سے بچواوراس کے رجوع کا انتظار کرو۔۔(۵) حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: **سیکون فی آخر امتی اناس یحدثونکم ما لم تسمعوا انتم و لا آبائکم** (مسلم) میری امت کے آخر زمانے میں ایسے لوگ آئیں گے وہ تم سے ایسی باتیں کریں گے جنہیں نہ تم نے سنا ہوگا اور نہ تمہارے باپ دادانے۔(۶) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے تم پر تمہارے علماء کی لغزشوں کا خدشہ ہے(کنز العمال)۔۔(۷) آپ نے مزید فرمایا: مسلمانوں کے بالکل واضح طریقے پر چلو، ایسے نامعلوم طریقوں پر چلنے سے

بچو جنہیں مسلمان جانتے ہی نہ ہوں (تاریخ ابن عساکر)۔۔(۸) مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: بے ادب تنہا نخود را داشت بد، بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد۔۔ بے ادب نہ صرف خود کو خراب کرتا ہے بلکہ سارے اطراف عالم میں آگ لگا دیتا ہے۔۔(۹) اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نشے کی حالت میں نماز میں سورۃ غلط پڑھنے کی روایت پیش کرتا ہے۔آپ نے جواباً ارشاد فرمایا: امیر المومنین سیدنا ومولانا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی نسبت امر مذکور کا بیان کرنے والا اگر اس سے شان اقدسِ مرتضوی پر طعن چاہتا ہے تو خارجی ناصبی مردود جہنّمی ہے، ورنہ بلاضرورت شرعیہ عوام کو پریشان کرنے والا سفیہ، احمق، بدعقل اور بے ادب ہے۔(فتاویٰ رضویہ)

☆ ہم اہل اسلام عقائد ونظریات اور عبادات ومعمولات وغیرہ جملہ ابواب شرعیہ میں دین کو بالکل اسی طرح آگے بڑھانے کے پابند ہیں جس طرح وہ ہمیں اسلاف سے وراثت میں ملا ہے۔ہم اس میں اپنی طرف سے کسی بھی قسم کی کوئی کمی بیشی کرنے کے ہرگز ہرگز مجاز نہیں ہیں۔

بعض مقدس ہستیوں کی طرف خطاء اجتہادی کی جو نسبت اسلاف سے معروف چلی آرہی ہے، وہ نسبت امت نے ازخود نہیں کی بلکہ وہ اللہ ورسول کے بعض فرامین عصیان، فئۃ باغیۃ وغیرہ کی دفاعاً نرم الفاظ میں تعبیر ہے۔پھر اس تعبیر کو بھی ہمیں بلاضرورت شرعیہ اور بغیر حدود وقیود کے بولنے کی اجازت نہیں ہے۔

لیکن اگر آج کوئی شخص اٹھے اور خدا ورسول کے الفاظ کی دفاعاً تعبیر کے طور پر نہیں بلکہ خود اپنی طرف سے الزاماً دیگر مقدس ہستیوں کی طرف یا انھی ہستیوں کے دیگر معاملات کی طرف خطاؤں یا اجتہادی خطاؤں کی نسبتیں کرنا شروع کر دے تو اس بدعت سیئہ پر اس کا گریبان پکڑ کے جھنجھوڑا جائے گا اور اسے اس جہالت واہانت کی ہرگز اجازت

نہیں دی جائے گی۔

اسلام کی تاریخ میں کسی ایک بھی مستند بزرگ نے سیدۂ کائنات کے طلب فدک کو صراحتاً نہ تو آپ کی خطاء لکھا اور نہ ہی اجتہادی خطاء۔۔معدودے چند علماء کرام جن کی بعض عبارات کے متعدد مفاہیم نکل سکتے تھے انہیں اہل خطاء لے اڑے اور ان سے غلط و منفی استدلال کر کے سیدۂ کائنات جیسی محفوظہ عن الخطأ ہستی کو خطاء پر ثابت کرنے کی جرأتیں وجسارتیں کرنے لگے۔ **و القليل كالمعدوم و الشاذ لايستدل به**

اگر طلب فدک سیدۂ کائنات کی اجتہادی خطاء ہوتی اور اہل خطاء کے بقول وہ عقیدۂ اہل سنت بھی ہوتی تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ جیسی کامل وجامع ہستی اپنی کتب میں کہیں نہ کہیں اس عقیدۂ اہل سنت کا ضرور تذکرہ کرتی۔سب جانتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اسلاف کی روش سے ایک انچ بھی اِدھر اُدھر نہیں ہٹتے اور تمام تر عقائد اہل سنت کی پاسبانی فرماتے ہیں۔اعلیٰ حضرت کا ہی ایک شعر اہل خطاء کی چیرہ دستیوں کی نذر!!!

یہ تصورات باطل، ترے آگے کیا ہیں مشکل
تری قدرتیں ہیں کامل ، انہیں راست کر خدایا

یہ ایک حقیقت ہے کہ امت میں اسلاف سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی کوئی بھی خطاء اجتہادی معروف نہیں چلی آ رہی۔۔سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی کوئی بھی خطاء اجتہادی معروف نہیں چلی آ رہی۔۔سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی کوئی بھی خطاء اجتہادی معروف نہیں چلی آ رہی۔۔سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی کوئی بھی خطاء اجتہادی معروف نہیں چلی آ رہی۔۔ایسے میں آج اگر کوئی کم بخت سامنے آئے اور نام نہاد عقیدۂ اہل سنت کے نام پر ان مقدس حضرات کی طرف بھی کوئی اجتہادی خطاء منسوب کر کے اسے مشہور کرنے کی جرأت وجسارت کرے تو امت اسے ٹھنڈے پیٹوں ہرگز برداشت نہیں کرے گی اور اس کے ساتھ آہنی ہاتھوں سے نمٹے گی۔

یادرکھیے کہ اگرایک مرتبہ نام نہادعقیدۂ اہل سنت کے نام پر یہ راستہ کھل گیا تو پھر سب کی سب مقدس ہستیوں کی طرف ایسی پرخطاء نسبتوں کی قطاریں لگ جائیں گی اور ہم انہیں روکنے کی پوزیشن میں بھی نہیں ہوں گے۔ پھر نہ کوئی صحابی محفوظ رہے گا اور نہ کوئی اہل بیت۔ دلیل یہی دی جائے گی کہ یہ حضرات نہ تو معصوم ہیں اور نہ ہی خطاء اجتہادی عقیدۂ اہل سنت کے خلاف ہے۔

جوعقل سے پیدل لوگ سیدۂ کائنات کے لیے آج طلب فدک کوخطاء اجتہادی مشہور کرنے کے حق میں ہیں وہ کان کھول کر سن لیں کہ جب تک غلامان صحابہ واہل بیت زندہ ہیں (اوران شاء اللہ سدا زندہ رہیں گے) تب تک ایسی کوئی بھی کوشش، کوئی بھی سازش اورکوئی بھی جسارت کامیاب نہیں ہونے دی جائے گی۔

☆ ہم تمام صحابہ کرام، خواہ وہ اکابر ہوں یا اصاغر، بلکہ جو اصاغر میں بھی صغیر ہوں ائمہ اربعہ سے بھی کروڑوں گنا بڑھ کران کی ناموس کے تحفظ کے پابند ہیں، کیونکہ مقام صحابہ، مقام مجتہدین سے کروڑوں درجے بڑھ کر ہے، ہر ہر صحابی نبی مستند جنتی ہے جبکہ کسی غیر صحابی کے لیے ایسی کوئی سند نہیں ہے۔ ائمہ اربعہ کی توہین کا حکم اتنا سخت نہیں جتنا کسی ایسے صحابی کی توہین کا حکم سخت ہے جس کا شماراصاغر میں ہوتا ہے، پھر اصاغر صحابہ کی توہین کا حکم اتنا سخت نہیں جتنا عام اکابر صحابہ کی توہین کا حکم سخت ہے، پھر عام اکابر صحابہ کی توہین کا حکم اتنا سخت نہیں جتنا خاص اکابر صحابہ اور بالخصوص بنت رسول وجگر گوشہ نبی کی توہین کا حکم سخت ہے۔

ہم حنفیہ، مذہبِ ابوحنیفہ کو باقی فقہوں کے مقابلے میں حق پر جانتے ہیں۔ آج اگرکوئی شخص ہمارے سامنے قطعاً والزاماً یوں کہتا ہے کہ ابوحنیفہ اپنے مذہب میں خطاء پر ہیں تو ہم اس سے الجھ پڑتے ہیں اوران کے مذہب کا بھرپور دفاع کرتے ہیں۔ یہ تو حنفی مذہب کو خطاء پر کہنے پہ ہمارا ردعمل ہوتا ہے، پھر اصاغر صحابہ، پھر عام اکابر صحابہ، پھر خاص اکابر صحابہ

اور بالخصوص سیدۂ کائنات کو خطاء پر کہنے پہ ہمارا ردعمل کیا ہونا چاہیے اسے آپ خود اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ جو لوگ سیدۂ کائنات کو خطاء (اجتہادی ہو یا جو بھی) پر کہنے کو معمولی سمجھ رہے ہیں وہ بہت بڑی غلط فہمی اور سخت دھوکے میں مبتلا ہیں۔

☆ ہم حنفی ہیں... شافعی، مالکی یا حنبلی نہیں۔۔ حنفی ہونے کا تقاضا ہے کہ ہم اپنے حنفی مذہب کو خطاء پر نہ سمجھیں، اسے خطاء پر سمجھنا خود اپنے آپ کو خطاء پر سمجھنا ہے۔ لیکن دوسری طرف نہ ہم تنہا صدیقی ہیں نہ تنہا فاطموی، بلکہ صدیقی بھی ہیں اور فاطموی بھی۔ اب صدیقی و فاطموی ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ان میں سے کسی کو بھی خطاء پر نہ سمجھیں، ان میں سے کسی کو بھی خطاء پر سمجھنا خود اپنے آپ کو خطاء پر سمجھنا ہے۔

یہی وجہ ہے نہ ہم خود اپنے ان آقاؤں کو خطاء پر کہتے سمجھتے ہیں اور نہ ہی کسی دوسرے منہ زور شخص کو کہنے کی اجازت دیتے ہیں۔ ہم ہمیشہ ان کے دفاع میں سرگرم عمل رہیں گے۔ ویسے بھی غلاموں کا کیا کام کہ وہ اپنے آقاؤں کو خطاؤں پہ کہتے سمجھتے پھریں۔

☆ رہ گئے انبیاء کرام یا مقابلین علی کے لیے خطاء اجتہادی کے الفاظ تو وہ ہم پہلے ہی اچھی طرح واضح کر آئے ہیں کہ اگر کوئی شخص انہیں بھی ان کے لیے الزاماً بولے تو وہ بے ادبی ہی ہیں۔ باقی جن مقدس ہستیوں کے لیے خطاء اجتہادی کے الفاظ کتب میں لکھے چلے آ رہے ہیں وہ الزاماً ہرگز نہیں بلکہ وہ تو نصوص کے سخت الفاظ کی نرم تعبیر کے طور پر دفاعاً لکھے چلے آ رہے ہیں۔ لیکن بایں ہمہ وہاں بھی یہ الفاظ بولنے میں محتاط و باادب انداز از حد ضروری ہے۔ نیز وہ بھی صرف انھی مواقع کے لیے بولے جائیں گے جن مواقع کے لیے نصوص آئی ہیں۔ ورنہ ان مواقع پر قیاس کرتے ہوئے دیگر کسی غیر منصوص موقع پر یہ الفاظ خود انھی ہستیوں کے لیے بھی بے ادبی ہی شمار کیے جائیں گے۔

☆ مزید یہ بھی ذہن میں رہے کہ جہاں اہل خطاء کا سیدۂ پاک کے لیے الزاماً خطاء (اجتہادی ہو یا جو بھی) کے الفاظ بولنا بے ادبی ہے وہاں اپنے آپ کو بچانے کے لیے انبیاء

کرام وصحابہ کرام کی تعبیری اجتہادی خطاؤں کو اس کا مقیس علیہ بنانا بھی بے ادبی ہے۔عذر گناہ بدتر از گناہ۔وجوہات درج ذیل ہیں:

وہ نصوص کی نرم تعبیر کے طور پر ہیں جبکہ یہاں کوئی نصوص نہیں جن کی تعبیر ہو۔۔

وہاں بات دفاعاً ہے اور یہاں الزاماً۔۔وہاں نصوص کی وجہ سے معاملہ ثابت شدہ ہے اور یہاں از خود ناجائز طور پر ثابت کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔۔پھر اس ناجائز کوشش کے سبب انبیاء وصحابہ کی منصوص اجتہادی خطائیں سوشل میڈیا پہ تختۂ مشق بن رہی ہیں جو کہ شرعاً سخت منع ہے۔پھر ان تعبیری اجتہادی خطاؤں کو نعوذ باللہ عقیدۂ اہل سنت کہہ کر مشہور کیا جارہا ہے۔

خود سوچیے کہ جب اتنا زیادہ فرق ہے تو ایسی صورت میں صرف اپنی خطاء کو تحفظ دینے کے لیے اور سیدۂ کائنات کی من گھڑت جھوٹی خطاء ثابت کرنے کے لیے...انبیاء کرام اور صحابہ کرام کے منصوص معاملات کو مقیس علیہ بنانا کتنا بڑا جرم ہے۔

(۵) ردّ مزعومہ خطاء اجتہادی

اب ہم ذیل میں مزعومہ خطاء اجتہادی کے رد کی طرف آتے ہیں،اس سلسلے میں کئی جہتوں سے کلام کیا جاسکتا ہے۔مثلاً طلب فدک سے پہلے حدیث "ما ترکناہ صدقة" سیدہ پاک کے علم میں تھی یا نہیں تھی،پھر یہ مسئلہ اجتہادی ہے یا غیر اجتہادی؟۔لیکن ہر چہار صورت میں ہمارا دعویٰ یہی ہے کہ کسی بھی صورت یا کسی بھی جہت پر خطاء کا اطلاق نہیں کیا جاسکتا۔

<u>حدیث علم میں ہو تب بھی خطاء نہیں</u>

اگر بالفرض طلب فدک سے پہلے حدیث "ما ترکناہ صدقة" سیدۂ کائنات کے علم میں ہو تب بھی آپ کے سوال اور طلب کو قطعاً خطاء نہیں کہا جاسکتا کیونکہ بہت مرتبہ

عظیم لوگوں کے سوالوں کے پیچھے بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ **فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ**۔ سیدۂ کائنات کے طلب فدک کے پیچھے کیا حکمتیں پوشیدہ ہوسکتی ہیں آیئے پنج تن پاک کی نسبت سے پانچ حکمتوں کا تذکرہ کرتے ہیں:

(۱) سیدۂ کائنات کے پیش نظر ایک حکمت یہ ہوسکتی ہے کہ کہیں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی طبیعت پاک کی نرمی یا حدیث کی طرف توجہ نہ ہونے کی وجہ سے حضور ﷺ کی وراثت وارثوں میں بانٹنا ہی نہ شروع کر دیں، لہذا آپ نے ان سے وراثت طلب کر کے دیکھنا چاہا کہ وہ کیا فیصلہ کرتے ہیں۔ جب انہوں نے آپ کی حسب منشأ فیصلہ فرما دیا تو آپ کو تسلی ہوگئی اور متعلقہ شرعی مسئلہ کھل کر سب کے سامنے آ گیا۔

اس کی ایک نظیر مسئلہ قرطاس ہے جو کہ اس واقعہ سے چند ہی دن پہلے پیش آیا تھا۔ حضور ﷺ نے اپنے مرض وصال میں صحابہ کرام سے فرمایا تھا: **ایتونی بقرطاس**۔ جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا تھا: **حسبنا کتاب اللہ**۔ علماء کرام فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا یہ سوال اس لیے تھا تا کہ آپ دیکھیں کہ صحابہ کرام کی طرف سے کیا جواب آتا ہے؟۔ جب حضرت عمر نے آپ ﷺ کی حسب منشأ جواب دے دیا تو اس پر آپ کی تسلی ہو گئی۔

(۲) سیدۂ کائنات کے پیش نظر ایک حکمت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ دنیا کے سامنے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے برحق ہونے پر مہر تصدیق ثبت فرما دیں، کیونکہ ''ناحق حکمران'' کے پاس اپنا مقدمہ لے کے جانا آپ کے شایان شان نہیں تھا۔

(۳) ایک حکمت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ چونکہ آپ نے چند ماہ بعد ہی اللہ و رسول کی بارگاہ میں پیش ہو جانا تھا۔ لہذا آپ نے فوری طور پر یہ مطالبہ کر کے مسئلہ واضح کروا دیا تا کہ آپ کے بعد آپ کی اولاد امجاد طلب وراثت میں سعی نہ کرتی رہے۔

(۴) ایک حکمت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ حضور ﷺ اپنے زیر نگرانی جائیداد کو جس طرح جن

مصارف میں خرچ کیا کرتے تھے دیکھا جائے کہ صدیق اکبر بھی وہی طریقہ کار رکھیں گے یا کوئی نئی طرز اختیار کریں گے۔ جب انہوں نے واضح فرما دیا کہ میں بعینہ حضور ﷺ کی ہی طرز پر اس کی آمدنی کو خرچ کروں گا تو اس سے آپ کی تسلی ہوگئی۔

(۵) ایک حکمت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ شان بتولیت رکھنے والی ہستی سے تو یہ بالکل بعید ہے کہ وہ مقام صدیقیت رکھنے والی ہستی سے دنیا کی معمولی چیزیں طلب کرے ورنہ تو وہ بتول ہی نہیں رہے گی۔ جب اغواث و اقطاب کی مال و دولت کی طرف توجہ نہیں ہوتی تو ام الاغواث و الاقطاب کی توجہ کیسے ہوسکتی ہے۔ ہوں سیدۃ نساء العالمین وسیدۃ نساء اہل الجنۃ اور طلب کریں صرف فدک اور وہ بھی وصال مبارک سے چند ماہ پہلے تو یہ بات دل کو نہیں لگتی۔ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ سے دس روپے طلب کرے اور پھر نہ ملنے پہ ناراض ہوجائے۔ پس معلوم ہوا کہ اس طلب میں مقصود کچھ اور ہی تھا۔

بات دراصل یہ ہے کہ بڑی روحانی ہستیوں میں ایک دوسرے سے فیض پانے کی بے انتہا تڑپ ہوتی ہے۔ اس لیے فدک کا تو بہانہ تھا لیکن آپ دراصل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی اس روحانی میراث (کمالات نبوت و ولایت) کی خواست گار تھیں جو انہیں حضور ﷺ نے بکثرت عطا فرمائی تھی اور اس وقت تو آپ حضور ﷺ کے باقاعدہ خلیفہ بن کر آپ ﷺ کی تمام تر ظاہری و باطنی وراثت کے امین اور اسے آگے امت تک پہنچانے کے ذمہ دار بن چکے تھے۔

واقعہ فدک روحانی حیثیت سے واقعہ خضر و موسیٰ علیہما السلام کی مانند ہے۔ یہاں بھی روحانی فیض کی طلب تھی اور وہاں بھی۔ یہاں بھی واقعات کا پس منظر و پیش منظر کچھ اور تھا اور وہاں بھی کچھ اور۔ اور جیسے موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام سے جو روحانی علم طلب کرنے گئے تھے وہ انہیں ان کی دانست کے مطابق حاصل نہیں ہو پا رہا تھا اور خضر علیہ السلام انہیں دوسرے کاموں میں مصروف محسوس ہوتے تھے، بالکل اسی طرح سیدہ پاک کی ناراضی

میں بھی یہی راز پنہاں لگتا ہے کہ جو خاطر خواہ روحانی میراث آپ کو مطلوب تھی وہ آپ کے مطابق ابھی تک آپ کو ان سے نہیں مل پا رہی تھی۔ پھر یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ روحانی میراث ملنے میں کچھ وقت ضرور درکار رہوتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو بھی کچھ وقت کے بعد ملی اور سیدہ پاک کو بھی۔

روایات کے مطابق سیدہ پاک کے وصال سے چند دن پہلے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بذات خود چل کر آپ کے کاشانہ اقدس پہ تشریف لائے اور سخت گرمی میں آپ کے دروازے پر کھڑے ہو گئے اور فرمایا: میں اس وقت تک یہاں سے نہیں ہٹوں گا جب تک رسول اللہ ﷺ کی بیٹی مجھ سے راضی نہیں ہو جاتیں۔ یہ دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سیدہ پاک کے پاس آئے اور انہیں قسم دے کر کہا کہ وہ حضرت صدیق اکبر سے راضی ہو جائیں، پس آپ ان سے راضی ہو گئیں۔ (تحفہ اثنا عشریہ)

یہ ایسے ہی ہے جیسے بالآخر حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر راز حقیقت عیاں کر دیا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی بارگاہ رسالت سے ملنے والی روحانی میراث سیدہ پاک کی خدمت میں (نسبت بنتیت کی قدر دانی کے پیش نظر) خود حاضر ہو کر حضرت علی کے توسط سے انہیں اتنی وافر مقدار میں عطاء فرمائی کہ وہ ان سے راضی ہو گئیں۔ اور پھر کچھ ہی دن بعد "ھذا فراق بینی و بینک" کی مانند آپ وہ فیض لے کر اس دنیا کو داغ مفارقت دے گئیں۔

آپ کو یاد ہو گا کہ اس سے قبل سیدہ پاک خود حضور ﷺ کی بارگاہ میں بھی ایک کنیز کا سوال لے کر گئی تھیں اور کنیز کی بجائے بہت بڑا روحانی فیض لے کر واپس تشریف لائی تھیں۔ یہاں رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ اعظم سے طلب فدک میں یہی راز پنہاں نظر آتا ہے۔

نتیجہ بحث: آپ دیکھ سکتے ہیں کہ اگر حدیث ''ما ترکناہ صدقۃ'' سیدہ پاک کے علم میں ہوتب

بھی طلب فدک پہ کسی قسم کی خطاء کا اطلاق ہر گز نہیں کیا جا سکتا۔اس میں تو بڑی بڑی ظاہری وباطنی حکمتیں اور مصلحتیں پوشیدہ نظر آ رہی ہیں۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ یہ حکمتیں کوئی انوکھی چیز نہیں ہیں۔ ہمارے علماء کرام شروع سے ہی غور وفکر کر کے مختلف دینی معاملات کی از خود عالمانہ وصوفیانہ حکمتیں بیان کرتے چلے آ رہے ہیں۔ان حکمتوں کے حوالے کوئی نہیں ہوتے۔

حدیث علم میں نہ ہوتب بھی خطاء نہیں

مجوث عنہا مسئلے کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ حدیث "ما ترکناہ صدقۃ" سیدۂ کائنات کے علم میں تھی ہی نہیں۔ اس صورت میں بھی طلب فدک کو آپ کی خطاء یا خطاء اجتہادی کہنا بہت بڑا ظلم ہے۔ کیونکہ جب حدیث علم میں تھی ہی نہیں تو پھر آیت میراث کی بنیاد پر وراثت طلب کرنا کیسے غلط ہو گیا؟۔ یہ تو ایک بیٹی کا اپنے والد کی میراث کے حوالے سے شرعاً، قانوناً اور اخلاقاً بالکل جائز مطالبہ تھا۔

اسے دنیا کا کوئی بھی قانون غلط نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ حق مانگنے کو کوئی بھی حرام نہیں کہتا اور حرام مانگنے کو کوئی بھی حق نہیں کہتا، سوال یہ ہے کہ سیدہ پاک نے حق کا مطالبہ کیا تھا یا حرام کا؟۔ ہر شخص جانتا ہے کہ آپ نے حق کا مطالبہ کیا تھا۔اگر حق نہ ہونا آپ کے علم میں ہوتا تو یہ آپ کی شان ہی نہیں کہ آپ اسے طلب کرتیں، پس ثابت ہوا کہ آپ نے حق مانگا اور حق مانگنا کوئی خطاء نہیں۔(اسی لیے جنتی عورتوں کی سردار اس پر کبھی نادم بھی نہیں ہوئیں)

بس اتنی سی بات ہے کہ جب حدیث "ما ترکناہ صدقۃ" آپ کے سامنے آئی تو آپ نے اسے تسلیم کر لیا اور بقیہ زندگی ایک مرتبہ بھی اس کا مطالبہ نہیں کیا۔

رہ گیا یہ سوال کہ حدیث آپ کے علم میں نہ ہونے پر کیا دلیل ہے؟۔ جواباً گزارش ہے کہ اسلاف کی کتب میں اس کے متعدد حوالے مل جاتے ہیں۔لیکن سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ خود کئی ازواج مطہرات کے علم میں بھی یہ حدیث نہیں تھی، اس لیے انہوں

نے بھی اپنی میراث طلب کرنے کا ارادہ فرمالیا تھا مگر پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علم میں لانے پر یہ ارادہ ترک کر دیا۔امام مسلم کی روایت ہے:

ان ازواج النبی ﷺ حین توفی رسول الله ﷺ اردن ان یبعثن عثمان بن عفان الی ابی بکر فیسألنه میراثهن من النبی ﷺ قالت عائشة لهن:ا لیس قد قال رسول الله ﷺ : لا نورث ما ترکنا فهو صدقة(مسلم)

(بے شک ازواج مطہرات نے رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد ارادہ فرمایا کہ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر کے پاس بھیجیں اور میراث نبوی طلب کریں۔اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا: کیا رسول اللہ ﷺ نے نہیں فرمایا: **لا نورث ما ترکنا فهو صدقة**)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حدیث **ما ترکنا ہ صدقة** بوجہ عدم شہرت ازواج مطہرات کے علم میں بھی نہیں تھی ورنہ وہ جانتے بوجھتے ہوئے مطالبے کا ارادہ کیوں کرتیں۔ جب ازواج مطہرات جن کے پاس حضور ﷺ کا شب و روز آنا جانا تھا انہیں بھی یہ حدیث معلوم نہیں تھی تو پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تو ویسے بھی حضرت علی کے گھر ہوتی تھیں، اگر انہیں اس کا علم نہ ہو تو یہ کون سی انوکھی بات ہے۔

اب اگر کوئی شخص مسلم کی اس روایت کو سامنے رکھ کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرح ازواج مطہرات کا نام بھی یوں کہنا شروع کر دے کہ جب وہ آپس کی مشاورت سے حضرت عثمان غنی کو حضرت ابوبکر کے پاس بھیج کر میراث طلب کرنے کا ارادہ کر رہی تھیں تو وہ خطاء پر تھیں تو اس بے ادب خاطی کی عقل پر افسوس ہی کیا جا سکتا ہے۔

مزید یہ کہ اس بات کا اعتراف تو خود اہل خطاء کی طرف سے بھی ہو چکا ہے کہ حدیث سیدہ پاک کے علم میں نہیں تھی۔الفاظ حسب ذیل ہیں:

"لیکن جب آگے سے حدیث آئی، ان کی یہ شان ہے کہ جن کے جگر

کا یہ ٹکڑا ہیں ان کی حدیث سن کر سر تسلیم خم کرلیا۔"

مذکورہ الفاظ واضح طور پر بتا رہے ہیں کہ حدیث پہلے سے آپ کے علم میں نہ تھی اور نہ ہی آپ نے حدیث سن کر کوئی معارضہ کیا بلکہ اس کے سنتے ہی سر تسلیم خم کرلیا۔ اگر حدیث پہلے سے آپ کے علم میں ہوتی تو مطالبہ کرنے کی نوبت ہی نہ آتی جیسا کہ اوپر ازواج مطہرات کے حوالے سے روایت آچکی ہے کہ جب حدیث ان کے علم میں آئی تو وہ مطالبے سے دست بردار ہوگئیں۔ فقہی حیثیت سے یہ حدیث گویا سیدہ پاک اور ازواج مطہرات کے حق میں بالکل ابھی زبان رسالت سے صادر ہوئی تھی۔

عظیم حنفی فقیہ علامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **فی زمان النبی علیہ السلام کان الناسخ ینزل فیبلغ ذلک بعض الناس دون البعض ومن لم یبلغه یکون معذورا فی العمل بالمنسوخ** (اصول السرخسی)

حضور ﷺ کے زمانے میں جب ناسخ اترتا تھا تو بعض لوگوں تک پہنچ پاتا تھا اور بعض تک نہیں۔ جسے ناسخ نہ پہنچ پاتا وہ منسوخ پر عمل کے معاملے میں معذور سمجھا جائے گا۔

یہاں یہ بھی ذہن میں رہے کہ بہت سی احادیث ایسی تھیں جو بوجوہ بہت سے صحابہ کرام کے علم میں نہیں تھیں اور اس میں ان پر کوئی الزام بھی نہیں ہے اور نہ ہی اسے ان کی خطاء کہا جاسکتا ہے، کیونکہ یہ ایک بدیہی امر ہے کہ تمام تر آیات اور تمام تر احادیث کا صحابہ و اہل بیت کے ہر ہر فرد کے علم میں ہونا ناممکن بات ہے۔ تب تو آیات و احادیث باقاعدہ مدون بھی نہیں ہوئی تھیں آج کے سہولت کے اس دور میں ہی دیکھ لیں کہ کیا ہر ہر آیت اور ہر ہر حدیث ہر عالم کو مکمل طور پر ازبر ہے؟۔

<u>مسئلہ اجتہادی ہو تب بھی خطاء نہیں</u>

مسئلہ مبحوث عنہا کا ایک پہلو یہ ہے کہ وہ اجتہادی ہے یا غیر اجتہادی؟۔ ہمارا موقف یہ ہے کہ وہ اجتہادی ہو یا غیر اجتہادی' خطاء کسی بھی صورت میں نہیں بنتا۔

مسئلہ فدک اجتہادی دوصورتوں میں بنتا ہے۔

(۱) حدیث "ما ترکناہ صدقة" مطالبے سے پہلے سیدہ پاک کے علم میں ہو اور براہ راست آپ سے اس کی کوئی توجیہ وتاویل بھی ثابت ہو۔

بعض علماء کرام نے اپنی کتب میں قضیہ فرضیہ کے طور پر کہا ہے کہ شاید سیدہ پاک کے ذہن میں فلاں تاویل ہوگی۔اس کا جواب یہ ہے کہ ایک تو وہ ان علماء کی خود اپنی سوچی ہوئی فرضی تاویل ہے جو فدک کی روایات میں کہیں بھی بطور روایت مذکور نہیں ہے۔۔ دوسرا وہ تاویل صرف اس صورت میں فرض کی گئی ہے جبکہ حدیث پہلے سے ہی آپ کے علم میں ہو جبکہ اس کے برعکس علم میں نہ ہونا ہم ابھی ثابت کر آئے ہیں۔۔اگر بالفرض مذکورہ دونوں باتیں کسی نہ کسی طور پر ثابت کر بھی دی جائیں تب بھی توجیہ وتاویل کے خطاء ہونے کے بارے میں کوئی بھی صریح نص بہرحال موجود نہیں ہے۔اب بتایا جائے کہ پھر کیسے یہ مسئلہ اجتہادی خطاء بن گیا۔

(۲) دوسرا یہ اس موقع پر اجتہادی بنتا ہے (اور بنتا بھی اسی موقع پر ہے) جب سیدہ پاک کے آیت میراث کی بنیاد پر مطالبہ فرمانے پر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حدیث "ما ترکناہ صدقة" پیش کی،اب یہ محل اجتہاد بن گیا، کیونکہ یہاں آیت اور حدیث آمنے سامنے آ گئی تھیں،اور یہیں ہر دو جانب سے اجتہادی تنازع بھی ہوسکتا تھا،لیکن جب سیدہ پاک نے حدیث سن کر اسے تسلیم کرلیا، نہ اس کی کوئی توجیہ وتاویل کی اور نہ ہی دوبارہ کبھی مطالبہ کیا تو بات ہی بالکل ختم ہوگئی۔اب خود سوچیے کہ جب بات ہی بغیر کسی تنازع کے ختم ہوگئی تو پھر اجتہادی خطاء کا کیا تصور؟۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ "ما ترکناہ صدقة" پر صحابہ کرام کا اجماع ہوگیا تھا اس لیے آپ کا طلب کرنا خطاء تھا۔اس کا جواب یہ ہے کہ نہ تو یہ اجماع آپ کے طلب فدک وقت تھا اور نہ ہی سیدنا صدیق اکبر کے حدیث سنانے کے وقت۔ یہ تو بعد میں جب حدیث

مشہور ہوئی تو اس پر تمام صحابہ کرام کا اتفاق ہو گیا۔ گویا کہ آپ کا طلب کرنا ہی حدیث کی شہرت اور اس پر اجماع کا سبب بنا۔ پھر اس سے بھی بڑھ کر بات یہ کہ آپ بذات خود بھی اس اجماع کا حصہ ہیں نہ کہ اس سے انکاری۔ تو اسی اجماع کو بنیاد بنا کر جو آپ ہی کے مطالبے کے سبب وجود میں آیا اور آپ خود بھی اس کا اولیں طور پر حصہ ہیں، طلب فدک کو آپ کی خطاء قرار دینا کتنا بڑا ظلم ہے۔

ہاں! اگر اجماع پہلے سے ہوتا۔۔ اور مشہور ہونے کی بناء پر آپ کے علم میں بھی ہوتا۔۔ آپ اس کا انکار بھی کرتیں ۔۔ حدیث کی توجیہ و تاویل بھی کرتیں ۔۔ اور اپنے مطالبے پر قائم بھی رہتیں تب کہیں جا کر آپ کو خطاء پر کہنے کی گنجائش نکل سکتی تھی۔ اور یہاں تو ان پانچوں میں سے کوئی ایک بھی بات نہیں ہے تو پھر کیسے جبراً وظلماً وقہراً وتحکماً اسے آپ کی خطاء کہہ دیا جائے۔

مسئلہ غیر اجتہادی ہو تب بھی خطاء نہیں

اس مسئلے کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ یہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حدیث پیش کرنے سے پہلے تک غیر اجتہادی مسئلہ ہے، دلائل بھی زیادہ تر اسی کے مؤید ہیں۔ ہاں! حدیث سامنے آنے کے بعد اجتہادی اختلاف ہو سکتا تھا لیکن سیدہ پاک کے متفق ہو جانے کی وجہ سے کوئی بھی اختلاف نہیں ہوا اور آہستہ آہستہ مسئلہ اجماعی بن گیا۔

حدیث سامنے آنے سے پہلے تک اس مسئلے کے غیر اجتہادی ہونے کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) یہ ایک متفقہ امر ہے کہ منصوصات صریحہ میں کوئی اجتہاد نہیں ہوتا۔ چونکہ آیت میراث میں بیٹی کا حصہ صریح نص کی صورت میں موجود ہے تو پھر اجتہاد چہ معنیٰ دارد؟۔

(۲) یہ مسئلہ اجتہادی تب ہوتا جب براہ راست سیدہ پاک کی طرف سے حدیث کی کوئی تاویل مروی ہوتی (علماء کی فرضی تاویلوں پہ کلام گزر چکا) یا آپ اپنے مطالبے پہ

اصرار کرتیں جبکہ ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔

(۳) جب کسی مجتہد پر اس کی اجتہادی خطاء واضح ہو جائے تو اس کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اس سے رجوع کرے جبکہ سیدہ پاک سے تو کسی بھی قسم کا رجوع ثابت نہیں ہے۔۔اور نہ ہی آپ نے زندگی بھر اپنے اس مطالبے پر کبھی ندامت کا اظہار کیا۔حالانکہ مجتہد کو اپنی خطاء کے واضح ہو جانے پر کچھ نہ کچھ ندامت تو ضرور ہوتی ہے، جبکہ یہاں ندامت تو کیا الٹا روایت میں ناراضی کے الفاظ آئے ہیں۔لیکن یہ بھی ذہن میں رہے کہ اس پر تمام اہل سنت کا اتفاق ہے کہ وہ ناراضی پیش کردہ حدیث کی وجہ سے ہرگز نہیں تھی اور نہ ہی یہ آپ کے شایان شان۔

(۴) اسلاف فقہاء نے دور صحابہ کے جملہ فقہی و اجتہادی معاملات کو نہایت عرق ریزی و جانفشانی کے ساتھ اپنی کتب میں جمع کر دیا ہے اور اس سلسلے میں کوئی بھی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا لیکن طلب فدک جیسے مشہور ترین معاملے کو انہوں نے کہیں بھی اجتہادی معاملات کے ضمن میں ذکر نہیں کیا۔ہاں! انبیاء کے ترکہ کے غیر موروثی ہونے پر اجماع ضرور نقل کیا ہے لیکن یہ دوسری بحث ہے۔

(۵) اگر صرف مطالبہ کر لینے سے ہر معاملہ اجتہادی بن جاتا ہے اور مطالبہ پورا نہ ہونے پر وہ خطاء اجتہادی بن جاتا ہے تو پھر درج ذیل دو مطالبوں کو بھی اجتہادات اور اجتہادی خطاؤں میں شامل کیجیے۔(1) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ”رب ارنی انظر الیک“ کہہ کر رب کریم سے اس کے دیدار کا مطالبہ کیا لیکن وہ پورا نہ ہو سکا۔(2) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے قومِ لوط سے عذاب ٹالنے کا مطالبہ کیا لیکن وہ پورا نہ ہو سکا۔اگر یہ دو مطالبے اجتہادات اور اجتہادی خطاؤں میں شامل نہیں کیے جا سکتے تو پھر طلب فدک کو کیسے شامل کیا جا سکتا ہے۔

(۶) کتب حدیث وسیرت میں فدک کے حوالے سے جو روایات آئی ہیں اگر ان میں

صرف مستند کتب کی مستند روایات کو بھی دیکھا جائے تو ان میں شدید اضطراب پایا جاتا ہے۔ جگہ جگہ ان میں تضاد، تعارض اور تصادم دیکھنے میں آتا ہے جن میں باہمی تطبیق ناممکنات میں شامل ہے۔ جب روایات کی صورت حال یہ ہو تو انہیں بنیاد بنا کر پہلے مسئلے کو اجتہادی بنانا اور پھر غلط طور پر ایسی ہستیوں کو خطاؤں (اجتہادی وغیرہ) سے موردالزام ٹھہرانا۔۔ کہ انبیاء کرام کے بعد مرتبوں میں ان سے بڑھ کر کوئی بھی نہیں ہے۔۔ خبث باطن کے سوا کچھ بھی نہیں۔

مذکورہ دلائل سے ثابت ہوا کہ طلب فدک کا مسئلہ خود اجتہادی ہے ہی نہیں۔ جب یہ اجتہادی ہے ہی نہیں تو پھر اس میں اجتہادی خطاء کا تو وجود ہی نہ رہا۔

نوٹ: عصر حاضر کے بعض بزرگوں نے جو اس مسئلے کو اجتہادی لکھا تو اس کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ اپنی ظاہری صورت کی وجہ سے اجتہادی جیسا نظر آتا ہے۔ اور دوسری یہ کہ یہ حدیث کے سامنے آنے کے بعد محل اجتہاد بن گیا تھا تو اسی مناسبت سے انہوں نے اسے اجتہادی کہہ دیا (ورنہ سیدہ پاک کا مطالبہ تو نص کی بنیاد پر تھا اور جب یہ محل اجتہاد بنا آپ نے اس سے اتفاق فرمایا۔)

فصل سوم:

تینتیس ممنوعات کا ارتکاب: دعوتِ توبہ ورجوع

اسلام میں ادب کا معاملہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔معمولی سی بے ادبی بھی بڑے بڑے نیک اعمال کو برباد کر دیتی ہے۔سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا ادب ہے، پھر انبیاء کرام کا، پھر اہل بیت اور صحابہ کرام کا، پھر ائمہ دین کا، پھر علماء ومشائخ کا، پھر اساتذہ، والدین اور عمر میں بڑوں کا، پھر عام مسلمانوں کا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **و للہ العزۃ و لرسولہ و للمؤمنین ولکن المنفقین لا یعلمون** ۔یہ اور اس طرح کی دیگر کثیر آیات کریمہ ادب کی فرضیت پر دلالت کرتی ہیں۔ادب سراسر دین اور بے ادبی سراسر بے دینی ہے۔ہم اہل بیت وصحابہ کرام کے ادب کے بھی شرعاً مکمل طور پابند ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے حبیب ﷺ کی رفاقت، مصاحبت ومعاونت کے لیے منتخب فرمایا، ان کے وجود کو اسلام کی عمارت کی تکمیل کا ذریعہ بنایا، ان کے نفوس قدسیہ کو قیامت تک دین کے قیام کے لیے اساس بنایا، ان کا ادب و احترام اور عزت وعظمت جہاں دین اسلام کی بقاء کا ضامن ہے وہاں وہ رسول اللہ ﷺ کے ادب واحترام اور آپ کی عزت وعظمت کا تتمہ بھی ہے۔یہی وجہ ہے کہ آج تک امت مسلمہ ان کی ناموس کے تحفظ کے سلسلے میں بہت زیادہ حساس چلی آ رہی ہے۔

مسئلہ مبحوث عنہا بھی دراصل بے ادبی کا معاملہ ہے جسے صرف ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے زبردستی علمی اختلاف کا مسئلہ قرار دیا جا رہا ہے۔اہل خطاء نے سیدۂ کائنات کے بارے میں ہلکے جملے بول کر جب ضد کی راہ اختیار کی تو پھر وہ ایک سے بڑھ کر ایک ممنوع کا ارتکاب کرتے چلے گئے، یہاں تک کہ وہ سرتاپا اہل خطاء قرار پائے۔کہا جا رہا ہے کہ جب متکلم نے خطاء کا لفظ بول کر اپنی مراد خطاء اجتہادی سے متعین کر دی تو معاملہ ختم ہو گیا۔ حالانکہ معاملہ ختم نہیں ہوا بلکہ پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گیا ہے۔صرف ایک خطاء اجتہادی کا

مسئلہ ہوتا تو وہ فقط ایک ممنوع تھا، یہاں تو اہل خطاء نے تینتیس طرح کے ممنوعات کا ارتکاب کر کے جہالت وضلالت کی انتہاء کر دی۔

اہل خطاء کے وہ پُر خطاء جملے جن کی وجہ سے ہر طرف فتنہ ہی فتنہ پھیل گیا وہ درج ذیل ہیں:

"مسئلہ باغِ فدک میں یہ روافض تم دلیل نہ بناؤ کہ معصوم تھیں تو مانگنا ہی حق کی دلیل ہے۔(صاحب تصفیہ نے) فرمایا کہ نہیں، خطا کا امکان تھا۔۔۔اور خطاء پر تھیں، جب مانگ رہی تھیں خطاء پر تھیں"۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ اہل خطاء نے بنت فخر موجودات، سیدۂ کائنات، ام الائمۃ و السادات، مدارِ فلاح ونجات، شبیہ مصطفیٰ، سردار خواتین جہاں وجناں، ملکہ روز جزا، شریک زمرہ اہل کساء حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے بارے میں مذکورہ پُر خطاء جملے بول کر کون کون سے ممنوعات کا ارتکاب کیا۔

پہلا ممنوع:

سیدۂ کائنات کے مطالبہ فدک کے لیے مطلق بلا قید خطاء کے الفاظ بولے۔

شارح بخاری علامہ شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ تھانوی ترجمہ "آپ کی اگلی پچھلی خطائیں"، جس میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف خطاء کی نسبت کی گئی ہے، کی گرفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: واضح ہو کہ یہ ترجمہ اردو میں کیا گیا ہے اور اردو میں خطاء کے معنیٰ غلطی اور گناہ کے ہیں۔(فتاویٰ شارح بخاری، ج:1،ص:639)

دوسرا ممنوع:

مذکورہ پُر خطاء الفاظ بڑی بے ادبی کے ساتھ گلے کا زور لگا کر نہایت مکروہ لہجے میں بولے۔

حالانکہ حضور ﷺ اور آپ سے تعلق والی ہر ہر چیز کا جب ذکر آئے تو اس وقت

بہت زیادہ ادب اور خشوع وخضوع کا حکم ہے۔اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کتاب الشفاء کے حوالے سے لکھتے ہیں: ہر مسلمان پر واجب ہے کہ جب حضور ﷺ کی بات کرے یا اس کے سامنے حضور ﷺ کا ذکر آئے خضوع وخشوع بجالائے اور باوقار ہوجائے.......اس ہیبت و تعظیم کی حالت پر ہو جائے جو حضور اقدس ﷺ کے رو برو اس پر طاری ہوتی۔(فتاویٰ رضویہ)۔اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ مزید فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:اذا ذکر اصحابی فأمسکوا۔جب میرے صحابہ کا ذکر آئے تو اپنی زبان روکو۔(فتاویٰ رضویہ)

تیسرا ممنوع:

مذکورہ الفاظ اسٹیج پر کہے جبکہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد بھی سامنے موجود تھی اور عوامی سماعت کے لیے گفتگو کی باقاعدہ ریکارڈنگ بھی ہورہی تھی۔

یہ بھی اصول ہے کہ جو چیز تنہائی میں قبیح ہے، مجمع عام میں اس کی شناعت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے، پھر سیدۂ کائنات کا تذکرہ عوامی مجمع میں اس انداز سے کرنا کیسے قابل برداشت ہوسکتا ہے۔علامہ مفتی امجد علی اعظمی لکھتے ہیں: جو شخص بزرگان دین، پیشوایان اسلام مثلاً صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم کو برے الفاظ سے علانیہ یاد کرتا ہو اس کی گواہی مقبول نہیں۔(بہار شریعت) مزید علانیہ گناہ کی شناعت اس جزئیہ میں ملاحظہ ہو: رمضان میں بلا عذر جو شخص علانیہ قصداً کھائے تو حکم ہے کہ اسے قتل کیا جائے۔(بہار شریعت)

چوتھا ممنوع:

ممنوع جملہ تکرار کے ساتھ بولا۔"خطاء پر تھیں، جب مانگ رہی تھیں خطاء پر تھیں"۔

اور کوئی بھی ممنوع جملہ جب تکرار کے ساتھ بولا جائے تو اس کی قباحت میں اور زیادہ اضافہ ہوجاتا ہے۔اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: صغیرہ گناہ بار بار کرنے سے گناہ کبیرہ بن جاتا ہے۔(فتاویٰ رضویہ)

پانچواں ممنوع:

خطاء کا لفظ سیدہ کائنات کے لیے دفاع کرنے کے طور پر نہیں بولا، جیسا کہ عصیان اور فئہ باغیہ کے سخت الفاظ کی دفاعاً تشریح کرتے ہوئے خطاء اجتہادی کے الفاظ بولتے ہیں، بلکہ خود سے سیدہ کائنات پہ لازم کرتے ہوئے کہا کہ وہ خطاء پر تھیں۔

علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

مولیٰ عزوجل اُن کا مالک ہے، جس محل پر جس طرح چاہے تعبیر فرمائے، وہ اُس کے پیارے بندے ہیں .... دوسرا اُن کلمات کو سند نہیں بنا سکتا، اور خود اُن کا اطلاق کرے تو مردودِ بارگاہ ہو۔ (بہار شریعت)

چھٹا ممنوع:

ممنوع جملہ قطعیت کے ساتھ بولا کہ وہ خطاء پر تھیں یعنی یہ بات بالکل پکی ہے جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔

حالانکہ امام قرطبی فرماتے ہیں: **لا یجوز ان ینسب الی احد من الصحابة خطأ مقطوع به** (کسی بھی صحابی کی طرف قطعیت کے ساتھ خطاء کی نسبت کرنا جائز نہیں ہے)۔

ساتواں ممنوع:

ممنوع جملہ بڑی تاکید کے ساتھ فیصلہ سنانے کے انداز میں کہا۔ حالانکہ صحابہ و اہل بیت جیسی مقدس ہستیوں کے بارے میں اس طرح کے فیصلوں کا اللہ و رسول کے سوا کوئی حق نہیں رکھتا۔

حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں: ان کے اس باہمی اختلاف کا فیصلہ کرنے کا اختیار ہمیں تو نہیں دیا گیا اور نہ ہی ہم سے سوال ہوگا کہ تم نے فیصلہ کیوں نہیں کیا۔ (ملفوظات مہریہ)

آٹھواں ممنوع:

خطاء کے الفاظ سیدۂ کائنات کے لیے عقیدۂ معصومیت نہ رکھنے کے موقع پر بولے۔یعنی چونکہ سیدۂ کائنات معصومہ نہیں تھیں اس لیے (اہل خطاء کے بقول) ان سے خطاء ہوئی۔پس سیاق وسباق سے خطاء بمعنی گناہ متعین ہوگیا۔

اور یہ قاعدہ تو سب اہل علم جانتے ہیں کہ خطاء معصیت ہی معصومیت کے منافی ہے۔اس کے لیے کسی حوالے کی کوئی ضرورت نہیں۔

یہاں یہ کہنا کہ چونکہ روافض اہل بیت کو خطاء اجتہادی سے بھی معصوم مانتے ہیں اس لیے یہاں مقام معصیت پر وہ بولنے میں کوئی حرج نہیں۔۔تو یہ بالکل غلط اور دور کی کوڑی لانے کے مترادف ہے،دووجوہ کی بناء پر:(۱) چونکہ گفتگوسنیوں کے درمیان ہورہی تھی تو اس موقع پر دو وضاحتیں ضروری تھیں۔ایک تو یہ کہ لفظ خطاء سے خطاء اجتہادی مراد ہے اور دوسری یہ کہ شیعہ کے عقیدے والی مراد ہے۔۔جبکہ یہاں کوئی ایک وضاحت بھی نہیں کی گئی،بس مطلق لفظ خطاء بولا گیا ہے۔(۲) مزید یہ کہ یہاں مطالبہ فدک میں شیعہ والی تو کیا خودسنیوں والی خطاء اجتہادی بھی نہیں بن رہی،(جس سے شیعہ اہل بیت کو معصوم مانتے ہیں) جیسا کہ ہم پہلے ثابت کرآئے ہیں۔

نواں ممنوع:

جب سیدۂ کائنات کے لیے خطاء کے لفظ بولنے پر شور ہوا تو پہلے پہل اہل خطاء اپنی بات پہ ڈٹ گئے اور ناجائز طور پر کہا کہ وہ تو تصفیہ کی عبارت میں ایسا لکھا ہوا ہے۔

اس طرح کسی غلط بات پہ ڈٹ جانا اہل علم کے شایان شان نہیں،یہ ڈٹ جانے والی خطاء سب سے پہلے ابلیس سے سرزد ہوئی تھی۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:**ابی و استکبر و کان من الکفرین**۔(ابلیس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور کافروں میں سے ہوگیا)

دسواں ممنوع:

جب بہت زیادہ شور ہوا اور دباؤ بڑھا تو اہل خطاء نے اپنے مطلق بولے گئے خطاء کے الفاظ کے بارے میں تحکما (زور زبردستی) کہا کہ ہماری خطاء سے مراد خطاء اجتہادی تھی۔ گویا مجبور ہو کر خطاء اجتہادی کا سہارا لیا نہ کہ اپنی غلطی کا اعتراف کر کے۔

حالانکہ سیاق وسباق سے خطاء معصیت کا ہونا متعین ہے کیونکہ وہی معصومیت کے منافی ہے۔ اب اگر وہ خطاء معصیت مراد لیتے ہیں تو بھی پھنستے ہیں اور اگر خطاء اجتہادی مراد لیتے ہیں تو بھی پھنستے ہیں۔ پہلی صورت میں سیدۂ کائنات کے لیے ارتکاب معصیت کا دعویٰ لازم آتا ہے اور دوسری صورت میں آپ کی ذات سے معصومیت کی نفی نہیں ہو پاتی جو وہ ثابت کرنے جا رہے ہیں (نیز مطالبہ فدک خود خطاء اجتہادی بھی نہیں ہے کہ شیعہ کی خطاء اجتہادی کا سہارا لیا جا سکے)۔

گیارھواں ممنوع:

پھر جب مزید گھیرا تنگ ہوا تو ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کے مصداق اپنی خطاء والی گفتگو کے تین مرحلے تراشے اور پہلے دو مرحلے چھوڑ کر آخری مرحلے (یعنی جب شیعہ کا رد کیا جا رہا ہو) میں سیدنا صدیق اکبر کے دفاع کی خاطر سیدۂ کائنات کے لیے خطاء کے استعمال کو درست قرار دے دیا۔ اسی کو کہتے ہیں کہ رسی تو جل گئی مگر بل نہیں گیا۔ یعنی کسی نہ کسی طور پر سیدۂ کائنات کو خطاء پر کہنا ضرور ہے۔ استغفر اللہ العظیم۔

حالانکہ ہم پیچھے ثابت کر آئے ہیں کہ کسی بھی طور پر مطالبہ فدک پر خطاء کا اطلاق جائز نہیں۔ ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی لکھتے ہیں: سیدہ فاطمہ اس بات سے بلند تر تھیں کہ وہ کسی ایسی چیز کا مطالبہ کرتیں جو اُن کا حق نہیں تھا (یعنی ان کے مطالبے میں کوئی خطاء نہیں تھی)۔ اور حضرت ابو بکر بھی اس بات سے بلند تر تھے کہ وہ کسی کی حق تلفی کرتے (یعنی ان کے فیصلے میں کوئی خطاء نہیں تھی)۔ (تذکرہ اہل بیت، ڈاکٹر سید شاہ امین میاں قادری

برکاتی)

بارھواں ممنوع:

ایک قبیح قسم کے اس ممنوع کا ارتکاب بھی کیا کہ سیدۂ کائنات کی خطاء ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔

سب اہل علم جانتے ہیں کہ اس طرح مقدس ہستیوں کے لیے خطائیں اور تقصیریں تلاش کرنے کا منہج اہل سنت کا نہیں، اہل توہب کا ہے۔ مگر افسوس! کہ سیدۂ کائنات کو خطاء پر ثابت کرنے کے لیے یہ منہج ضلالت اختیار کرنے میں بھی کوئی عار محسوس نہ کی گئی۔

تیرھواں ممنوع:

سیدۂ کائنات کو خطاء پر ثابت کرنے کے لیے اکابر کا کوئی صریح حوالہ تو ایک بھی نہ مل سکا لیکن شاذ قسم کے حوالہ جات اور اکابر کی بے غبار عبارات کی مبنی بر خیانت تشریحات کے ڈھیر لگا دیے۔

ایسی رذیل حرکتیں گمراہ فرقے تو ضرور کرتے چلے آئے ہیں لیکن اہل سنت میں یہ پہلی مرتبہ دیکھنے میں آیا۔

چودھواں ممنوع:

پھر خطاء سے مراد اجتہادی خطاء لے کر حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فیصلے کو بھی کمزور بنا دیا اور تمام صحابہ کے ''ماترکناہ صدقۃ'' پر اجماع کو بھی کمزور بنا دیا۔

کیونکہ اجتہادی مسائل میں حق دائر ہوتا ہے، کسی ایک کو یقینی خطاء پر اور دوسرے کو قطعی صواب پر نہیں کہہ سکتے۔ اب اگر یہ مسئلہ اجتہادی ہو تو خطاء کا احتمال صرف سیدۂ کائنات کی طرف ہی نہیں رہتا بلکہ وہ سیدنا صدیق اکبر کی طرف بھی جاتا ہے۔۔ اور دوسرا اس پر اجماع صحابہ بھی کمزور ہو جاتا ہے کیونکہ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا جیسی عظیم

مجتہدہ کی رائے کو تو ان سب سے مختلف قرار دے دیا۔

حالانکہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فیصلے میں بھی ذرہ برابر خطاء کا احتمال نہیں ہے اور سیدہ کائنات کی رائے بھی اجماع صحابہ سے بالکل جداگانہ نہیں ہے۔

پندرھواں ممنوع:

پھر سیدہ کائنات کے اس مطالبے کو اجتہادی خطاء کہہ کر خلاف واقع کا ارتکاب کیا۔

جیسا کہ ہم اپنے اس مقالے میں مضبوط دلائل سے ثابت کر چکے کہ جس طرح سیدہ پاک کے دعوے کو خطاء کہنا بہت بڑی خطاء ہے بالکل اسی طرح اسے اجتہادی خطاء کہنا بھی بہت بڑی خطاء ہے۔

سولھواں ممنوع:

تاجدار گولڑہ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر سیدہ کائنات کو خطاء پر کہنے کا الزام لگا کر انہیں متنازع بنانے کی کوشش کی۔

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب نے مسئلہ فدک پر کافی تفصیلی بحث کی ہے لیکن اگر کوئی منصف مزاج شخص اس بحث کو ایک ہزار مرتبہ بھی پڑھے تو اسے کسی ایک جگہ بھی خطاء کا الزام نظر نہیں آئے گا۔

سترھواں ممنوع:

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تو بالعموم تمام اہل بیت کے لیے امکان خطاء کی بات کی تھی لیکن انہوں نے سیدہ کائنات کو مخصوص کر دیا۔

اس طرح عمومی عبارت کو لے کر خطاء کے لیے سیدہ کائنات کو مخصوص کر دینا بہت بڑی بے ادبی ہے۔ جیسے کوئی شخص ''اللہ خالق کل شیئ'' کی عمومی عبارت کو لے کر اسے مخصوص کر دے اور کہے کہ اللہ تعالیٰ کتوں اور خنزیروں کا خالق ہے (نعوذ باللہ)۔ عمومی

عبارت سے اس طرح کی تخصیص بالاتفاق بہت بڑی بے ادبی ہے۔

اٹھارھواں ممنوع:

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب نے اپنی کتاب میں تو صرف امکان خطاء کی بات کی تھی لیکن انہوں نے ''خطاء پر تھیں'' کہہ کر وقوع خطاء کی بات کر کے اسے غلط طور پر پیر صاحب قبلہ کی امکان خطاء والی بات کے سر تھوپ دیا۔

حالانکہ امکان کو وقوع ہرگز لازم نہیں ہے۔ اہل سنت و جماعت کا متفقہ عقیدہ ہے: ''انبیاء معصوم اور اولیاء محفوظ ہیں۔ معصوم وہ ہے کہ اس سے باوجود استعداد گناہ کے گناہ سرزد ہونا محال ہو۔ اور محفوظ وہ ہے کہ گناہ تو اس سے ممکن ہو، اگرچہ واقع نہ ہو، پہلی صورت مستلزم محال ہے اور دوسری ممکن غیر واقع''۔

کتنا واضح لکھا ہے کہ محفوظ وہ ہوتا ہے جس سے امکان تو ہوتا ہے مگر وقوع نہیں ہوتا۔ اگر امکان کو وقوع لازم ہو تو اہل سنت کا مذکورہ عقیدہ فنا ہو کے رہ جائے۔

انیسواں ممنوع:

مزید غلطی یہ کی کہ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصفیہ کی عبارت میں لفظ امکان سے سیدۂ کائنات کی خطاء ثابت کرنے کے لیے ماضی میں امکان کے لیے وقوع کو لازمی قرار دے دیا، اور پھر حیرت بالائے حیرت کہ اسے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت ''امکان کذب اس کی فعلیت بلکہ ضرورت کو مستلزم'' کے سر تھوپ دیا۔

اعلیٰ حضرت کی امکان کذب کے حوالے سے لکھی گئی مذکورہ عبارت کو لے کر ماضی میں امکان کے لیے وقوع کو لازمی قرار دینے کے عجیب و غریب قاعدے پر روئے زمین کے سب کے سب علماء انگشت بدنداں ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے تو یہ قاعدہ علی کل شی قدیر ذات کے لیے بیان کیا تھا کیونکہ تنزیہ کے لحاظ سے وہاں کے امکان اور وقوع

میں کوئی فرق نہیں ہے۔لیکن اگر مخلوق کے لیے بھی یہی قاعدہ جاری کر دیا جائے تو پھر وہ تباہی آئے کہ الامان والحفیظ۔مثلاً زید کے لیے ماضی میں شراب پینا ممکن تھا،لہذا ثابت ہوا کہ وہ شرابی ہے۔ماضی میں مولانا صاحب کا کسی کو قتل کرنا ممکن تھا لہذا ثابت ہوا کہ وہ قاتل ہیں۔وغیرہ وغیرہ۔لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

بیسواں ممنوع:

ماضی میں امکان کے لیے وقوع کو لازمی قرار دینے کے قاعدے کو تسلیم کر لینے سے انبیاء کرام کی بے ادبی لازم آتی ہے۔

کیونکہ اہل خطاء کے نزدیک انبیاء کے لیے خطاء اجتہادی ممکن ہے اور ماضی میں ہر امکان کو وقوع بھی لازم ہے۔پس چونکہ ماضی میں کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام سے خطاء اجتہادی کا امکان تھا لہذا اہل خطاء کے نزدیک سب کے سب انبیاء کرام سے اجتہادی خطاؤں کا واقع ہونا ضروری و لازمی قرار پایا۔نعوذ باللہ۔

اکیسواں ممنوع:

ماضی میں امکان کے لیے وقوع کو لازمی قرار دینے کے قاعدے کو تسلیم کر لینے سے تمام صحابہ کرام،اہل بیت اطہار اور علماء ومشائخ کی بے ادبی لازم آتی ہے۔

کیونکہ بالاتفاق مذکورہ ہستیوں سے صغیرہ وکبیرہ گناہوں کا صدور ممکن ہے،جبکہ اہل خطاء کے نزدیک ماضی میں ہر امکان کو وقوع لازم ہے۔پس نتیجہ یہ نکلا کہ مذکورہ ہستیوں کا ہر ہر فرد لازمی طور پر صغیرہ وکبیرہ گناہوں میں مبتلا ہو۔نعوذ باللہ۔(پھر عقیدۂ محفوظیت کہاں گیا)

بائیسواں ممنوع:

سیدۂ کائنات کی زور زبردستی اجتہادی خطاء ثابت کرنے کے لیے انبیاء کرام کے معاملات کو مقیس علیہ بنا دیا۔نعوذ باللہ۔

کیونکہ متفقہ اعلامیہ میں کہا گیا: ''(انبیاء کرام) سے معصومیت کے باوجود خطائے اجتہادی کا صرف امکان ہی نہیں بلکہ وقوع بھی مانا گیا ہے''۔

اپنے آپ کو بچانے اور سیدۂ کائنات کو خطاء پر ثابت کرنے کے لیے انبیاء کرام کے معاملات کو مقیس علیہ بنانا بہت بڑی بے ادبی اور عذر گناہ بدتر از گناہ ہے۔ کیونکہ انبیاء کرام کے لیے علماء کرام نے اجتہادی خطاء کے الفاظ نصوص (عصیان وغیرہ) کی نرم تعبیر کے طور پر بولے ہیں جبکہ یہاں اہل خطاء نے سیدہ پاک کے لیے کسی نص کی تعبیر کے طور پر نہیں بولا۔۔ وہاں بات انبیاء کرام کے دفاع کے لیے ہے اور یہاں سیدہ پاک کا دفاع نہیں کیا جا رہا بلکہ اپنی طرف سے انہیں خطاء کا الزام دیا جا رہا ہے۔۔ وہاں نصوص کی وجہ سے معاملہ ثابت شدہ ہے اور یہاں از خود ناجائز طور پر ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ لہذا ہر دو میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

تئیسواں ممنوع:

سیدۂ کائنات کو خطاء پر کہہ کر اس سے رجوع کو اس لیے غلط قرار دیا کہ اس طرح چودہ صدیوں کے اہل سنت کے عقیدۂ معصومیت سے رجوع لازم آتا ہے۔

یعنی اگر کوئی مقدس ہستی خطاء پر نہ بھی ہو تب بھی چودہ صدیوں کے عقیدۂ معصومیت کا تحفظ اسی میں ہے کہ اسے لازمی طور پر خطاء پہ کہو۔ اگر اصول یہی ہے تو پھر عقیدۂ معصومیت کے تحفظ کے لیے، ہو نہ ہو، صدیق اکبر کو بھی خطاء پر کہو، فاروق اعظم کو بھی خطاء پر کہو، عثمان غنی کو بھی خطاء پر کہو، علی مرتضٰی کو بھی خطاء پر کہو۔ سبحان اللہ! کیا طریقہ نکالا ہے عقیدۂ معصومیت کے تحفظ کا!! رب کریم ایسی بدترین گمراہی سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھے۔

چوبیسواں ممنوع:

خلاف اسلاف سیدۂ کائنات کو خطاء پر کہنے کی بدعت سیئہ کا آغاز کیا۔

کیونکہ کسی کے باپ دادوں نے بھی نہیں پڑھا سنا تھا کہ سیدہؓ کائنات کا مطالبۂ فدک ان کی خطاء یا اجتہادی خطاء تھی۔ چونکہ اس طرح سیدہ پاک کو خطاء پر کہنا چودہ صدیوں میں پہلی مرتبہ سننے میں آیا تھا اس لیے عرب وعجم اور پاک وہند کے تمام اہل علم وایمان اس پر سراپا احتجاج بن گئے۔ ورنہ گمراہیاں تو دیگر بھی کثیر کثیر چلی آ رہی ہیں ان کا عام روٹین میں ہی رد کیا جاتا ہے، کیونکہ وہ کوئی نئی بدعت نہیں ہیں۔

چوبیسواں ممنوع:

گھر آئے سفید ریش بزرگ اساتذہ کرام ومشائخ عظام کی جائز بات کو خلاف شریعت کہہ کر ماننے سے انکار کر دیا اور انہیں مایوس واپس لوٹا دیا۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: ''اساتذہ کرام کی ناسپاسی خوف ناک بلا اور تباہ کن بیماری ہے اور علم کی برکتوں کو ختم کرنے والی ہے۔ اپنے اساتذہ کا مقابلہ کرنا ناشکری سے بھی بڑا گناہ ہے۔ بے عقل، شریر اور ناسمجھ اولاد جب توانائی حاصل کر لیتی ہے تو بوڑھے باپ پر ہی زور آزمائی شروع کر دیتی ہے''۔ العیاذ باللہ۔ (فتاویٰ رضویہ، ملتقطاً)

پچیسواں ممنوع:

متنازع جملے ''خطاء پر تھیں، جب مانگ رہی تھیں خطاء پر تھیں'' میں مانگنے کے الفاظ ہمارے عرف میں ناپسندیدہ شمار کیے جاتے ہیں۔

کیونکہ ان الفاظ سے بھیک اور حرص وغیرہ کا ترشح ہوتا ہے، شان بتولیت رکھنے والی ہستی کے لیے مانگنے اور اس کے ساتھ تاکیدی طور پر دو مرتبہ خطاء کے الفاظ کا بولا جانا اور پھر اس کا زبان زد عام وخاص ہو جانا تمام اہل اسلام کے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ غیر مسلم کہہ سکتے ہیں کہ تم کس نبی کا کلمہ پڑھتے ہو؟۔ وہی جس کی بیٹی نے مانگنے کی خطاء کا ارتکاب کیا تھا؟۔ نعوذ باللہ۔

چھبیسواں ممنوع:

یہ موضوع سوشل میڈیا پر تختہ مشق بن گیا اور اہل خطاء نے سیدۂ کائنات کی بارگاہ میں ایسے ایسے ہلکے جملے بولے کہ جنہیں پڑھ سن کر ادنیٰ ایمان رکھنے والے بندے کا کلیجہ بھی شق ہو جائے۔

امام عوام بن حوشب فرماتے ہیں: میں نے اس امت کے پہلے لوگوں کو اس بات پر مضبوطی سے قائم و دائم پایا کہ وہ لوگوں کو تلقین کرتے تھے کہ صحابہ کرام کے فضائل اور محاسن بیان کیا کرو تا کہ لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت پیدا ہو اور ان کے باہمی اختلافات کے تذکرے نہ چھیڑا کرو جس سے ان میں جرات بڑھے اور وہ بے ادب ہو جائیں۔ (تثبیت الامامۃ و ترتیب الخلافۃ)

ستائیسواں ممنوع:

اس موقع پر سادات کرام کی بھی بہت زیادہ بے ادبیوں کا ارتکاب کیا گیا، نیز ان کی عظیم تر ماں سیدۂ کائنات (جو کہ ام عیسیٰ حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے بھی افضل ہیں) کو پوری ڈھٹائی کے ساتھ خطاء پر کہہ کر انہیں شدید ترین ایذاء پہنچائی گئی۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: ''اس پاکیزہ خاندان ذیشان کی تعظیم اہم واجبات میں سے ہے، انہیں ایذاء دینا اور ان کی بدخواہی کرنا خاص ہلاکت کا سبب ہے''۔ آپ اس سلسلے میں درج ذیل احادیث بھی ذکر کرتے ہیں: (۱) جو شخص میری آل، انصار اور اہل عرب کا حق نہیں پہچانتا تو ان تین وجوہات میں سے کوئی ایک وجہ ہے۔۔ یا تو وہ منافق ہے۔۔ یا زنا سے پیدا ہوا ہے۔۔ یا اس عورت کا بچہ ہے جو ناپاکی کے دنوں میں حاملہ ہوئی۔ (۲) جس شخص نے میرے ایک بال (یعنی معمولی سے تعلق والی چیز) کو تکلیف دی، بے شک اس نے مجھے تکلیف دی۔ اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ کو تکلیف دی۔ اس پر زمین و آسمان بھر خدا کی لعنت!!! (فتاویٰ رضویہ)

مزید اعلیٰ حضرت نے لکھا: ''سید سنی المذہب کی تعظیم لازم ہے اگرچہ اس کے اعمال کیسے ہی ہوں، ان اعمال کے سبب ان سے تنفر نہ کیا جائے، نفس اعمال سے تنفر ہو۔ بلکہ اس کے مذہب میں بھی قلیل فرق ہو کہ حد کفر تک نہ پہنچے جیسے تفضیل تو اس حالت میں بھی اس کی تعظیم سیادت نہ جائے گی۔۔۔الخ'' (فتاویٰ رضویہ)

اٹھائیسواں ممنوع:

اس موقع پر کئی بزرگ ترین اہل علم ہستیوں کو براہ راست مخاطب کر کے سخت ناروا انداز اختیار کیا۔

مثلاً مفتی اعظم پاکستان مفتی منیب الرحمٰن صاحب کو تفہیم کرنے پر ان کے متعلق بہت ہلکے ریمارکس دیے گئے، انہیں چیلنج کیا گیا اور کہا گیا کہ ان پر تو پہلے ہی (اہل خطاء کا) بہت سا علمی قرض چڑھا ہوا ہے۔

جگر گوشۂ غزالی زماں علامہ سید ارشد سعید کاظمی صاحب کا نام جھوٹ بولا گیا کہ انہوں نے اپنے مکتوب میں کہا ہے کہ اہل خطاء نے سیدہ پاک کو خطا کار کہا ہے۔۔۔حالانکہ ان کے مکتوب میں اہل خطاء کے لیے یہ بات نہیں لکھی گئی۔

ان کے متعلق مزید کہا کہ انہوں نے بغیر تحقیق کے مکتوب لکھ دیا، ان کے غلط خط سے ہزاروں لوگ گم راہ ہوئے، اس میں کئی جھوٹی باتیں لکھی ہوئی ہیں، انہوں نے شیطانوں سے صرف درمیان والی بات سن لی، سیاق وسباق سنا ہی نہیں، انہوں نے ابھی تک اپنے خط سے رجوع نہیں کیا۔

امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی اور پیر محمد افضل قادری صاحبان کو مرتد قرار دیا گیا، ان کی امامت کو حرام اور نماز جنازہ کو ناجائز قرار دیا گیا۔

مزید بھی کئی بڑے بڑے جید علماء ومشائخ کی اسی طرح پگڑیاں اچھالی گئیں اور انہیں رسوا کیا گیا۔

انتیسواں ممنوع:

ان تمام علماء کرام کو جنہوں نے اس خطاء سے اختلاف کیا سخت نازیبا اور ناروا القاب سے مخاطب کیا۔

’’نیم رافضی ،علمی یتیم ، جاہل بدو، برساتی لوگ، چوروں کے چیلے، محاذ کے بھگوڑے، حملہ آوروں کے ساتھی ،عقل کے دشمن، ڈگڈگی بجانے والے، یتیم مفتی، بھونڈے لوگ‘‘۔

یہ ہے اہل خطاء کا اردوئے معلیٰ کا وہ شاہ کار مرقع جس کا ہار اختلاف کرنے والے علماء کرام کے گلے میں ڈالا گیا۔

تیسواں ممنوع:

اس موقع پر اہل خطاء کے کم پڑھے یا تازہ تازہ فارغ التحصیل نوخیز لڑکوں نے بھی وہ اودھم مچایا کہ اختلاف کرنے والے کسی بھی عالم دین کی عزت سلامت نہ رہی۔ بزرگ علماء کی سخت بے ادبیاں کی گئیں، انہیں مناظروں کے چیلنج دیے گئے، ان سے اچھل اچھل کر یوں سوالات کیے گئے جیسے وہ علوم دینیہ سے بالکل ہی بے بہرہ ہوں۔

اس طرح کے رویے دراصل قیامت کی نشانیوں میں سے ہیں۔علماء کرام کی ایسی بے ادبیوں پر جو وعیدیں ہیں وہ قرآن وسنت اور کتب شریعت میں ظاہر و باہر ہیں۔

اکتیسواں ممنوع:

اس موقع پر اہل سنت میں ایک بہت بڑی تفریق پیدا ہوئی اور باہمی سر پھٹول کا ایسا ماحول بنا کہ ہر طرف فتنہ ہی فتنہ پھیل گیا۔

یہ حقیقت سب پہ واضح ہے کہ جو شخص امت مسلمہ میں تفرقہ کا باعث بنے اس کے لیے احادیث میں کیسی کیسی سخت سزاؤں کی وعید سنائی گئی ہے، جن کا ہم اپنے اسی مقالے میں ’’الزام خطاء کا فتنہ‘‘ کے عنوان کے تحت تذکرہ کر آئے ہیں۔

بتیسواں ممنوع:

سیدۂ کائنات کو خطاء پر کہنے کے ردعمل میں ایک خطرناک ترین صورت حال یہ بنی کہ روافض صحابہ کرام کی بے ادبی پہ جری ہو گئے اور انہوں نے منہ بھر بھر کر صحابہ کرام، خلفاء ثلاثہ اور حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سب وشتم کیا۔

ظاہر ہے کہ جب آپ کسی کے مقدسات کے بارے میں اول فول بکیں گے تو وہ بھی ردعمل میں آپ کے مقدسات کے بارے میں زبان درازی کرے گا۔اور یہاں تو ایسی مقدس ہستی کا معاملہ تھا جو بالاتفاق سب کے نزدیک محترم ہیں۔اگر علماء حق کی بات مان لی جاتی اور بروقت توبہ ورجوع کی ترکیب کر لی جاتی تو امت کو اس طرح کی خوف ناک صورت حال کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔

تینتیسواں ممنوع:

اس موقع پر ایک بدترین رویہ یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ نہ صرف یہ کہ اہل خطاء سیدۂ کائنات کی تعریف وتوصیف سے پیچھے ہٹ گئے بلکہ ان کی عظمت وشان سن کر ان کے منہ بننے لگ گئے۔

ظاہر ہے کہ جو قوم پوری ضد، ہٹ دھرمی اور ڈھٹائی کے ساتھ شب وروز کسی ہستی کو خطاء پر ثابت کرنے میں مصروف عمل ہو اور اس کے غلط سلط حوالے ڈھونڈ ڈھونڈ کر جگہ جگہ پھیلانے میں مشغول ہو جب اس کے سامنے اس ہستی کی تعریف وتوصیف کی جائے گی تو اس کے منہ پہ بارہ تو بجیں گے۔

خاتمہ

اہل خطاء سادہ لوح لوگوں کو یہ کہہ کہہ کر دھوکا دیتے رہے کہ انہیں تو صرف خطاء اجتہادی کے متعلق عقیدۂ اہل سنت بیان کرنے کی پاداش میں ناجائز طور پر برا بھلا کہا جا رہا ہے۔ لیکن ہمارے اس مقالے سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آ گئی کہ وہ تو لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکتے رہے۔

پورا مقالہ، بالخصوص فصل سوم میں ذکر کردہ تینتیس ممنوعات بغور ملاحظہ فرمانے کے بعد آپ کو بخوبی اندازہ ہو گیا ہو گا کہ آخر کیوں جمہور علماء اہل سنت نے اہل خطاء سے توبہ و رجوع کا مطالبہ کیا اور ابھی تک بھی اس پہ قائم و دائم ہیں۔

پس اہل خطاء کا بھلا اسی میں ہے کہ وہ سیدۂ کائنات کو خطاء (اجتہادی ہو یا جو بھی) پر کہنے سے باز آ جائیں اور اپنے کیے پر علانیہ توبہ و رجوع کریں۔ اسی میں ان کا دنیا و آخرت کا فائدہ ہے۔

مراد ما نصیحت بود و گفتیم ‏ ‏ ‏ ‏ حوالت بخدا کردیم و رفتیم